ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار
طارق انور مصباحی
ناشر
اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا، کلکتہ)

(یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ)

(سورہ بقرہ :آیت 208)

ہندودھرم سے متعلق مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح

ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

اسم کتاب: ہندودھرم اور پیغمبر واوتار

ترتیب: طارق انور مصباحی

اشاعت: ماہ شعبان المعظم ۱۴۴۳ھ

مطابق ماہ مارچ ۲۰۲۲ء

تعداد صفحات: انٹھانوے (98)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆

کلمات تحسین

از قلم: ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی محمد شاہد علی مصباحی زید فضلہ

(کالپی شریف)

نحمده ونصلی ونسلم علیٰ رسوله وآله واصحابه اجمعین

بنیادی عقائد میں غلط روی کے خطرات

اکثر یہ محاورہ سنتے آئے تھے کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں، لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ یہ محاورہ صرف فروعی مسائل تک محدود ہوگا۔ کوئی شخص عقائد، اور خاص کر توحید ورسالت سے متعلق اہم عقائد میں بادشاہوں کے دین کی پیروی کیسے کر سکتا ہے۔ ہمیں اس کا وہم وگمان تک نہ تھا کہ لوگ ایسا بھی کر سکتے ہیں، مگر آج کل بعض کلمہ گویان اسلام مشرک حکم رانوں سے ایسے خائف نظر آتے ہیں کہ وہ اپنی جان ومال کی حفاظت کے لیے رب کائنات کی طرف رجوع کرنے کے بجائے مشرک حکم رانوں کی چاپلوسی کرتے ہیں، انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرز عمل کو اپنی حفاظتی تدبیر سمجھ کر اسلام کے بنیادی عقائد کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ علی الاعلان شرکیہ نعرے لگاتے ہیں۔

انہی معاملات میں سے ایک اہم معاملہ ہے کفار ومشرکین کے باطل خداؤں یا ان کے خود ساختہ اوتاروں کو نبی ورسول قرار دینا۔ وہ اس بات سے بے پرواہ ہیں کہ ان کی یہ حرکت اسلام کے تصور وحدانیت ورسالت پر کیسی کاری ضرب لگا رہی ہے، اور اس طرح کی باتیں آنے والی نسلوں کے لیے ارتداد کی کشادہ راہیں ہموار کریں گی، اس کی انہیں کوئی فکر نہیں، اس لیے اس فتنے کا سد باب نہایت ضروری تھا۔

ہم شکر گزار ہیں مفکر اسلام حضرت علامہ طارق انور مصباحی زید مجدہ کے کہ حضرت

نے قلم اٹھایا اور اس فتنے کی بیخ کنی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

راقم الحروف حضرت کی خدمت دین کا جذبہ اور دن رات کی انتھک کوششوں سے بہت متاثر ہے، کیوں کہ ہم جیسے مصروف لوگ جب تک ایک چھوٹا سا مضمون قلم بند کرتے ہیں، تب تک حضرت کی ایک کتاب منظر عام پر آجاتی ہے اور آپ کے وقت میں برکت و وسعت دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ موصوف پر محبوب رب کائنات حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی فیضان ہے، کیوں کہ:

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد شاہد علی مصباحی

تحریک علمائے بندیل کھنڈ

12: شعبان المعظم 1443 مطابق 16: مارچ 2022

☆☆☆☆☆

مقدمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے انسان اور پہلے نبی ہیں۔انسانی آبادی میں پہلے توحید کے نغمے گونجے۔بعد میں بت پرستی دراندازہوئی۔انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی بے شمار انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوات والتسلیمات کو مبعوث فرمایا۔بعثت انبیا کا سلسلہ خاتم پیغمبراں حضور اقدس تاجدار دوجہاں علیہ التحیۃ والثنا پر ختم ہوگیا۔انسانوں کے درمیان وجود خداوندی،توحید الٰہی اور خدا پرستی کا پیغام گونجتا رہا۔پیغمبران رب کائنات علیہم الصلوات والتحیات کے ذریعہ بت پرست اقوام اور منکرین خدا تک بھی خداوندی تعلیمات سے واقف وآشنا ہوئے۔

فلاسفہ میزان عقل سے تمام امور کی پیمائش کرتے ہیں۔متقدمین فلاسفہ کو اپنی عقل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا ادراک نہ ہوسکا،لہٰذا انہوں نے دنیاوی امور کو زمانہ(دہر) کی طرف منسوب کردیا۔متاخرین فلاسفہ کو حضرات انبیا ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی روشنی پہنچی،لہٰذا انہوں نے وجود الٰہی اور توحید خداوندی کا اقرار کیا۔

دین خداوندی کی چند باتوں کے ماننے کے سبب کوئی مومن نہیں ہوسکتا،بلکہ تمام اعتقادی امور کو ماننا لازم ہے۔دین خداوندی کی کسی ایک یقینی بات(ضروری دینی) کا انکار بھی انسان کو ایمان سے خارج کردیتا ہے،جب کہ اس کو اس یقینی بات کا علم ہو،پس فلاسفہ دین الٰہی کے چند عقائد ماننے کے سبب مومن نہیں ہوسکتے،کیوں کہ وہ دین سماوی کے بہت سے اصولی اور قطعی عقائد کے منکر رہے ہیں۔اسی طرح مشرکین وجود خدا کا اقرار بھی کرتے ہیں اور اپنے معبودان باطل کو بھی مستحق عبادت سمجھتے ہیں،پس وہ لوگ بھی مومن نہیں۔

آریہ قوم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اقدس سے ڈیڑھ ہزار سال قبل

وسط ایشیا سے بھارت کی طرف آئے۔ پہلے یہ لوگ افغانستان اور پنجاب کے علاقوں میں آ کر آباد ہوئے۔اس زمانے میں انسانوں کی تعداد عہد حاضر کی طرح کثیر نہ تھی اور انسانی آبادی بھی آج کی طرح وسیع نہیں تھی۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات بھی کثیر تعداد میں جلوہ افروز ہوتے رہے۔پیغمبران عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اہل عالم کو وجود خداوندی اور توحید الٰہی کا علم ہوتا رہا۔آرین قوم کی سب سے قدیم اور اولین مذہبی کتاب ''وید'' کے شلوکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ قوم بھی وجود الٰہی اور توحید الٰہی سے آشنا تھی،لیکن ویدوں کی تدوین وتصنیف سے قبل ہی یہ لوگ تثلیثی توحید کے قائل تھے۔

آریہ دھرم کو ویدک دھرم اور سناتن دھرم بھی کہا جاتا تھا۔ بعد میں اسے ہندو دھرم کہا جانے لگا۔آریہ دھرم میں دوقسم کے علوم ہیں۔شروتی گیان (علم سینہ)اور سمرتی گیان (علم سفینہ)۔ویدوں میں جو معلومات رقم کی گئی ہیں،وہ شروتی گیان (علم سینہ) ہیں۔

جب آریہ قوم اپنے وطن سے ہجرت کر کے 1500:قبل مسیح بھارت کی طرف آئی تو اپنے دھرم کی حفاظت کے لیے وید کی تصنیف کی ،تاکہ جو مذہبی تعلیمات رشیوں منیوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہیں،ان سب کو کتابی شکل میں محفوظ کر دیا جائے۔ پندرہویں صدی قبل مسیح سے چوتھی صدی قبل مسیح تک رفتہ رفتہ وید کی تصنیف ہوتی رہی اور اس کے چار دفتر تیار ہوئے۔رگ وید، یجروید، سام وید، اتھروید۔اس طرح گیارہ سو سال کی طویل مدت میں وید مکمل ہوئی۔ یہ کوئی الہامی کتاب نہیں، بلکہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ ویدک دھرم میں وید کی تصنیف سے قبل ہی تثلیثی توحید پائی جاتی ہے۔ ویدک دھرم میں برہما ،شیو اور وشنو کے مجموعہ کو خدا کہا جاتا ہے، جیسے نصاریٰ اللہ تعالیٰ ، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور روح القدس کے مجموعہ کو خدا مانتے ہیں ۔ایسی توحید ماننے والے مشرک ہوں گے، نہ کہ موحد۔ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق برہما تخلیق کرنے

والا (خالق)، وشنو پالنے والا (رب) اور شیو موت دینے والا ہے۔ ویدک دھرم میں یہ تینوں مل کر ایک خدا ہیں۔ اس مجموعہ کو تری مورتی کہا جاتا ہے۔ ایسی تثلیث شرک ہے۔

گیارہ سو سال کی طویل مدت میں وید لکھی گئی، اور متعدد پنڈتوں نے اس کے مختلف حصے لکھے۔ اس میں متضاد باتیں مرقوم ہیں۔ وحدانیت کی تعلیم کے ساتھ سورج اور آگ وغیرہ کو بھی وید میں معبود تسلیم کیا گیا ہے، اور خدا کی وحدانیت کا بھی ذکر ہے۔

یہ لوگ نبی ورسول کی جگہ اوتار کے قائل ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے، لہٰذا یہ لوگ اوتار کی بھی پوجا کرتے ہیں، کیوں کہ وہ خدا ہی کی ایک شکل ہے۔

ویدک دھرم میں بعض انسانوں اور بعض حیوانات کو اوتار تسلیم کیا گیا ہے، اور تین معبودوں میں سے صرف وشنو کے دس اوتار ہیں۔ نو اوتار ظاہر ہو چکے ہیں اور آخری اوتار جسے کلکی اوتار کہا جاتا ہے، وہ آخری زمانہ (کل یگ) میں ظاہر ہوگا۔

پہلا اوتار ایک مچھلی ہے جسے متسیہ (Matsya) کہا جاتا ہے۔ دوسرا اوتار کچھوا ہے، اسے کورم کہا جاتا ہے۔ تیسرا اوتار سور ہے، اسے وراہ کہا جاتا ہے۔ چوتھا اوتار نرسنگھ ہے۔ اس کا سر شیر کا ہے اور باقی دھڑ انسان کا۔ پانچواں وامن نامی ایک بونا ہے۔ پرشورام کو چھٹا اوتار، رام کو ساتواں اوتار، کرشن کو آٹھواں اوتار، گوتم بدھ کو نواں اوتار اور کلکی اوتار کو دسواں اور آخری اوتار مانا جاتا ہے۔ ہندو دھرم کے مطابق اس کا ظہور ابھی نہیں ہوا ہے۔

ہندو دھرم میں نبی ورسول کی بعثت محال ہے۔ ایسی صورت میں ہندو دھرم کسی نبی ورسول کو کیسے مان سکتا ہے۔ بعض لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ قوم ہنود کی دیو مالائی شخصیتو ں سے متعلق قیاس آرائی کرتے ہیں اور ان میں سے کسی کے نبی وپیغمبر ہونے کا عندیہ پیش کرتے ہیں، حالاں کہ ان کے وجود کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ راماین ومہابھارت کو بھی افسانوی تحریر مانا جاتا ہے۔ قوم ہنود ایسی باتیں بیان کرتی ہیں جو نا قابل تسلیم ہیں۔

ویدک دھرم کا آغاز کب ہوا، تاریخ اس سے متعلق خاموش ہے۔ اندازہ یہی ہے کہ

جس طرح فلاسفہ نے اپنے لیے ایک مذہب وضع کرلیا تھا۔اسی طرح آریوں نے ایک مذہب وضع کرلیا۔جب یہ لوگ بھارت آئے تواسی مذہب کو وید کی شکل میں مدون کیا گیا۔

آریہ دھرم کے مآخذ بابلی اور مصری مذاہب

بعض محققین کا خیال ہے کہ آریہ دھرم کی جڑیں بابلی اور مصری مذاہب سے ملتی ہیں۔

اہل بابل کے یہاں خدا کے بارے میں مختلف نظریات تھے۔وہ متعدد خدا کے قائل تھے یعنی مختلف کاموں کے مختلف خدا۔اسی طرح ہندو دھرم میں بھی مختلف کاموں کے لیے مختلف خدا مانا جاتا ہے۔اسی طرح مصری مذہب میں بھی بہت سے معبود تھے۔ان کے یہاں اسلاف پرستی،مظاہر پرستی،حیوان پرستی اور بادشاہ پرستی کا رواج تھا۔یہ امور آریہ دھرم میں بھی پائے جاتے ہیں۔رگ وید کو لکھنے والا ''وید ویاس'' ایران گیا اور مجوسی مذہب کے مشہور مذہبی رہنما رزتشت سے ملاقات کی۔مجوسی مذہب سے متاثر ہوکراس نے مجوسی دھرم کی بہت سی تعلیمات کو رگ وید میں جمع کیا۔رگ وید میں متعدد دیوتاؤں کا ذکر ہے۔اگنی (آگ دیوتا) اندر(بجلی اور طوفان کا دیوتا) سورج (سوریہ دیوتا)۔یہ شرک ہے،نہ کہ توحید۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت وتبلیغ کے سبب غیر آسمانی مذاہب میں اگر خدا تعالیٰ کا تصور موجود بھی تھا تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ معبودوں کا معبود ہے،اوراس کے علاوہ بھی بہت سے معبود ہیں۔متاخرین فلاسفہ توحید کے قائل ہوئے۔وہ اپنی عقل کے سہارے کچھ نظریات پیش کیے۔ان میں بہت سے نظریات دین خداوندی کے متصادم ہیں۔

آریہ دھرم سے متعلق ارباب تحقیق کا یہی نظریہ ہے کہ یہ بہت سے مذاہب کا معجون مرکب ہے،نیز آریہ دھرم کی ایجاد بھارت میں نہیں ہوئی،بلکہ آرین قوم اسے وسط ایشیا سے لے کر آئی بھارت تھی،نیز یہ خاندانی مذہب تھا۔غیر آرین اقوام یعنی شودروں کو نہ وید پڑھنے کی اجازت تھی،نہ سننے کی اجازت۔شودروں کو ادھرمی یعنی لا مذہب کہا جاتا تھا۔انہیں

مندروں میں بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی ، بلکہ آج بھی یہی حال ہے۔

جب بھارت کی برطانوی حکومت نے ایکٹ 1909 میں یہ ظاہر کیا کہ حکومتی کونسل کے نمائندوں کا انتخاب ووٹنگ کے ذریعہ ہوگا تو آریہ قوم نے شودروں کو سیاسی ہندو بنالیا ،تاکہ ان کے ووٹ بٹور سکیں ۔شودر بھارت کے اصل باشندے تھے ۔ان لوگوں کومول نواسی بھی کہاجاتا ہے۔آریہ قوم بھارت آکر یہاں کی حکومتوں پر قابض ہوگی اور یہاں کے اصل باشندوں کوشودر یعنی غلام کا درجہ دیا۔ان کوآج تک غلام ہی سمجھا جاتا ہے۔

تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ آریہ ایک چرواہا قوم تھی ، جیسے منگول ۔یہ لوگ وسط ایشیا (یوریشیا) میں آباد تھے، پھران کے مختلف قبائل رفتہ رفتہ دنیا کے مختلف ممالک میں پھیل گئے ۔

عہد حاضر میں لوگ مداہنت پسند ہوتے جارہے ہیں ۔بعض لوگ علی الاعلان کفریہ نعرے لگاتے ہیں ۔بعض لوگ معبودان کفار کی مدح وستائش کر کے خود کوسیکولر ثابت کرنے کی فکر میں مدہوش ہیں ۔ماحول اس قدر تشویشناک ہوتا جارہا ہے کہ امت مسلمہ کی بروقت دستگیری نہ کی گئی تو بعض لوگ غلط قول وفعل کے سبب ایمان سے ہاتھ دھوبیٹھیں گے ۔

رسالہ حاضرہ میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے مکتوب پر تبصرہ وتجزیہ پیش کیا گیا ہے۔خواجہ حسن نظامی دہلوی کے نظریات باطلہ سے متعلق امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے۔

بعض اصحاب علم وفضل حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی قدس سرہ العزیز کے مکتوب سے خوش فہمی کے شکار تھے، لہٰذا مکتوب کے مشمولات کی توضیح وتشریح بھی رقم کر دی گئی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم ::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

13: شعبان المعظم 1443 مطابق 16: مارچ 2022 = شب: پنج شنبہ

☆☆☆☆

الناس علیٰ دین ملوکہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ

کئی سالوں سے بھارت میں ارباب اقتدار کی جانب سے ہندتو کے فروغ کی سرتوڑ کوشش ہورہی ہے۔فطری طور پر بھی لوگ سلاطین وحکام کی تہذیب وثقافت ، بلکہ ان کے مذہب کو بھی اختیار کر لیتے ہیں۔ بھارتی حکومت کی جانب سے داراشکوہ بن شاہجہاں کی قبر کی تلاش بھی جاری ہے،یعنی دین اکبری کی تجدید واحیا کی تدبیر اختیار کی جارہی ہے۔

عہد ماضی میں بھی بھکتی مذہب کا وجود رہا ہے۔ یہ لوگ ہر مذہب کو مذہب حق سمجھتے تھے،اور ہر مذہب کی چند تعلیمات بھکتی مذہب میں شامل کی گئی تھیں،تا کہ ہر مذہب کے لوگ بھکتی دھرم سے منسلک ہوسکیں۔عہد ماضی میں بھی بعض لوگ کفر وارتداد کا شکار ہو چکے ہیں۔

رسالہ حاضرہ میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک مکتوب کی توضیح وتشریح رقم کی گئی ہے،کیوں کہ ناعاقبت اندیش لوگ اس مکتوب سے امت مسلمہ میں غلط فہمی پھیلا سکتے ہیں۔اس مکتوب کی نسبت حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف قطعی اور متواتر نہیں، نیز مکتوب میں شرعی اصول وقوانین کا لحاظ کیا گیا ہے۔

حضرت مرزا مظہر دہلوی قدس سرہ العزیز نے قوم ہنود کی کتابوں کی روشنی میں ہندو دھرم سے متعلق معلومات درج کی ہیں۔قوم ہنود کی کتابوں میں ہے کہ وید الہامی کتاب ہے ،یعنی آسمانی کتاب ہے اور آسمانی کتاب کسی پیغمبر پر نازل ہوتی ہے تو یہ کتاب کس پیغمبر پر نازل ہوئی۔ وید گیارہ سوسال میں مختلف پنڈتوں نے لکھی ہے۔ایسا نہیں کہ گیارہ سوسال تک کوئی پیغمبر باحیات رہے،اور رفتہ رفتہ کوئی کتاب ان پر نازل ہوتی رہی ، نیز ہندو لوگ نبی ورسول کی بعثت کے منکر ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عام انسانوں پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوتی ، پس وہ کتاب بھی انسانوں کی لکھی ہوئی ہے اور وہ دھرم بھی خودساختہ ہے۔

مکتوب مجدد الف ثانی اور ہندو دھرم

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ایک مکتوب سے ہندو مذہب کے حقائق واضح ہوجاتے ہیں۔اس مکتوب کے اہم اقتباسات ذیل میں منقول ہیں۔

مکتوبات امام ربانی: جلداول: مکتوب نمبر259(ص:282-285-مطبع نول کشور لکھنو) میں مذکور ہے کہ بھارت میں بھی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی ہے۔ ہندودھرم میں توحید خداوندی کا نظریہ ان پیغمبران کرام علیہم السلام کی تعلیمات سے ماخوذ ہے۔اسی طرح متقدمین فلاسفہ وجود الٰہی کے قائل نہیں تھے۔متاخرین فلاسفہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے آشنا ہوکر وجود الٰہی کے قائل ہوئے۔

واضح رہے کہ مذہب فلاسفہ یا مذہب ہنود میں آسمانی مذاہب کی چند باتیں شامل ہو جانے کے سبب وہ آسمانی مذہب نہیں ہوسکتا اوراس کے متبعین مستحق نجات نہیں ہوسکتے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ افروزی سے قبل مختلف علاقوں اور آبادیوں کے واسطے رسول ونبی مبعوث فرمائے۔ان مواضع وبلاد کے باشندوں کواپنے نبی ورسول کی تابعداری کاحکم تھا۔ان کی چند تعلیمات پر عمل پیرا ہونا اور دیگر اعتقادی امور کو ترک کردینا سبب نجات نہیں ،جیسے سکھ دھرم میں مذہب اسلام کی چند باتیں شامل ہونے سے وہ اسلامی مذہب نہ ہوسکا،نہ ہی کسی نے سکھوں کواسلام کے پیروکار تسلیم کیا۔

فلاسفہ کے متقدمین ومتأخرین کا مذہب

مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) نے رقم فرمایا:"قدمائے فلاسفہ یونان باوجود زیرکیہائے بوجود صانع جل شانہ مہتد نگشتند ووجود کائنات رابہ دہر منتسب ساختند وچوں روز بروز انوار دعوت انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات ساطع گشت ،متاخران فلاسفہ ببرکت آن انوار رد مذہب قدمائے خودنمودہ بوجود صانع جل شانہ قائل گشتند واثبات اوتعالیٰ نمودند، پس

عقول ما بے تائید انوار نبوت ازیں کار معزول است ، وافہام ما بے توسط وجود انبیا علیہم الصلوات والتحیات ازیں معاملہ دور"۔(مکتوبات امام ربانی: جلداول:ص 282-نول کشور)

ترجمہ: یونان کے قدیم فلاسفہ عقل ودانشمندی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود کی طرف ہدایت نہ پاسکے ، اور کائنات کے وجود کو زمانہ کی طرف منسوب کیے ، اور جب روز بروز حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے انوار روشن ہوئے تو متاخرین فلاسفہ ان انوار کی برکت سے اپنے متقدمین فلاسفہ کے مذہب کا رد کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہوئے ، اور اللہ تعالیٰ کے وجود کا اثبات کیا، پس ہماری عقلیں انوار نبوت کی تائید کے بغیراس کام (وجود باری تعالیٰ کے اثبات) سے معزول ہے، اور ہماری فہم حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے بغیراس معاملہ سے دور ہے۔

سرزمین ہند میں انبیائے کرام کی بعثت

حضرت مظہر دہلوی نے اپنے حسن ظن کے مطابق آخری نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت مبارکہ سے قبل کے ہنود کی نجات وعذاب سے متعلق سکوت اختیار فرمایا۔حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ ہم اپنے کشف کے مطابق (قبل بعثت کے) بعض ہنود کو جہنم میں دیکھتے ہیں ۔اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے پاس نبی آئے اور ان لوگوں نے نبیوں اور پیغمبروں کا انکار کیا۔کشف کے مطابق ہند کے کسی نبی کے چار امتی بھی نہ ہو سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے قوم ہنود کو کافر قرار دیا، اور فرمایا کہ توحید الٰہی اور وجود الٰہی کا عقیدہ کفار ہنود نے پیغمبروں سے حاصل کیا ، لیکن چند باتوں کو ماننے کے سبب کوئی شخص یا قوم اہل ایمان نہیں ہوسکتی۔مکتوب کا طویل حصہ درج ذیل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نے ہند میں پیغمبران الٰہی کی جلوہ افروزی سے متعلق رقم فرمایا:

"اے فرزند! ایں فقیر ہر چند ملاحظہ نماید ونظر راسرمی دہد، ہیچ جانمی یابد کہ دعوت پیغمبر ما

علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بآں جا نرسیدہ است ، بلکہ محسوس می گردد کہ در رنگ آفتاب ہمہ جا نور دعوت او علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام رسیدہ است حتی کہ در یاجوج و ماجوج نیز کہ سد حائل دارند، و در امم سابق کہ ملاحظہ می کند، کم بقعہ می یابد کہ در آں جا بعثت پیغمبرے نشدہ باشد حتی کہ درزمین ہند کہ دوراز یں معاملہ می نماید، نیز می یابد کہ از اہل ہند پیغمبراں مبعوث شدہ اند و دعوت بصانع جل شانہ فرمودہ اند، و در بعضے از بلاد ہند محسوس می گردد کہ انوار انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات در ظلمات شرک در رنگ مشعلہا انداختہ اند، و اگر خواہد، تعیین آں بلاد ہند نماید۔

و می بیند کہ پیغمبرے است کہ ہیچ کس او را نگرویدہ است و دعوت او را قبول نکردہ ، و پیغمبرے است دیگر کہ یک کس بوے ایمان آوردہ است ، و دیگرے ست کہ دو کس بوے گرویدہ اند ، و بعضے را سہ کس ایمان آوردہ اند ۔ زیادہ از سہ کس در نظر نیایند کہ در ہند بہ پیغمبرے ایمان آوردہ باشند تا چار کس امت یک پیغمبر بودند۔

و آں چہ رؤسائے کفرۂ ہند از وجود واجب تعالیٰ و از صفات او سبحانہ تعالیٰ و از تنزیہات و تقدیسات او تعالیٰ نوشتہ اند، ہمہ مقتبس از انوار مشکات نبوت است ۔ چہ در ہر یک عصرے در امم سابقہ نبی از انبیا گزشتہ است ، و از وجود واجب تعالیٰ و از صفات ثبوتیہ او سبحانہ تعالیٰ و از تنزیہات و تقدیسات او سبحانہ تعالیٰ خبر کردہ۔

و اگر نہ وجود شریف ایں بزرگواراں بودے، عقل لنگ و کور ایں بے دولتاں کہ ملوث بظلمات کفر و معاصی است، کے بایں دولت مہتدشدے۔ عقول ناقصہ ایں بے دولتاں فی حد ذاتہا بالوہیت خود حاکم اند ، و غیر از خود ہا الٰہے اثبات نمی کنند ۔ چناں کہ فرعون مصر گفتہ : ''ماعلمت لکم من الہ غیری'' ۔ و نیز گفتہ: ''لئن اتخذت الہا غیری لاجعلنک من المسجونین'' ۔

و چوں از اخبار انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات معلوم کردند کہ عالم را صانعے است واجب الوجود تعالیٰ ، بعضے ازیں بے دولتاں بر قبح ادعائے خود اطلاع یافتہ بتقلید و تستر اثبات

صانع نمودہ اند، واورا درخود حال وساری دانستہ اند، وبایں حیلہ مردم را بہ پرستش خودخواندہ۔

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا ۔

ایں جا کوتاہ اندیشے سوال نکند کہ اگر درزمین ہندانبیا مبعوث می شدند، ہرآئینہ خبر بعثت ایشاں نیز بما می رسید، بلکہ آں خبراز جہت توفر دواعی بتواتر منقول می گشت، ولیس فلیس۔

زیرا کہ گوئیم کہ دعوت ایں پیغمبران مبعوث عام نبود، بلکہ دعوت بعضے مخصوص بیک قوم بودہ، وبعضے رادعوت مخصوص بیک قریہ، ویا بیک بلدہ بود، وتواند بود کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ درقومے یادرقریہ شخصے رابایں دولت مشرف ساختہ باشد، وآں شخص آں قوم یااہل آں قریہ را دعوت بہ معرفت صانع جل شانہ کردہ باشد ومنع ازعبادت غیراوتعالیٰ نمودہ، وآں قوم یااہل آں قریہ انکار اوکردہ باشند وتذلیل وتجہیل اونمودہ ،وچوں انکاروتکذیب ایشاں بنہایت رسیدہ باشد،عذاب حضرت حق جل وعلا آمدہ،ایشاں راہلاک کردہ باشد۔

وہم چنیں بعدازمدتے پیغمبرے دیگر بہ قومے یابقریہ مبعوث شدہ باشد،وعامل معہم کما عامل الاول بقومہ وفعل بہم مافعل باوائلہم وہکذاالیٰ ماشاءاللہ تعالیٰ۔وآثار ہلاکت قریٰ وبلاد درزمین ہند بسیاراست ،وایں قوم ہرچند ہلاک شدند،اما آں کلمہ دعوت درمیان اقران آنہا باقی ماندہ،**وجعلها كلمة باقية فی عقبه لعلهم يرجعون۔**

خبرنبوت انبیائے مبعوث وقتے بما رسد کہ جمع کثیر بایشاں گرویدہ باشند وقوتے پیدا کردہ۔ یک کس آمد وچندروز دعوت کرد وگزشت وہیچ کس اورا قبول نہ کرد، ودیگرے آمد و ہمیں کاررا کرد، یک کس اورا گرویدہ، ودیگرے رادوکس ،یاسہ کس گرویدند،خبرازکجا منتشر شود ۔کفار ہمہ درمقام انکار بودند ومخالف دین آبائے خودرارد می کردند، ناقل کہ بود وبہ کہ نقل کند۔

دیگر: الفاظ رسالت ونبوت وپیغمبری ازلغات عرب وفارس آمدہ بواسطہ اتحاد دعوت پیغمبر ما علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوات والتسلیمات ،وایں الفاظ درلغت ہند نبودہ ،تاانبیائے

مبعوثہ ہند را نبی یا رسول یا پیغمبر گویند، و بایں اسامی ایشاں را یاد کنند۔

و ایضاً در جواب آں سوال بطریق معارضہ گوئیم کہ اگر انبیا در ہند مبعوث نہ شدہ باشند وہم بزبان ایشاں بایشاں دعوت نکردہ باشند، ہر آئینہ حکم اینہا حکم شاہق جبل بود، باوجود تمرد ودعوی الوہیت بدوزخ نہ درآیند، وعذاب مخلد ایشاں رانشود۔ ہذا مما لا یرتضیہ العقل السلیم ولا یساعدہ الکشف الصحیح - فانا نشاہد بعض مردتہم فی وسط الجحیم : واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال‘‘۔

(مکتوبات امام ربانی: جلد اول: مکتوب 259: ص 284-285 - مطبع نول کشور لکھنو)

وضاحت: مکتوبات امام ربانی کے متعدد نسخوں سے منقولہ بالا عبارت کی تصحیح کی گئی ہے۔

ترجمہ: اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر کو وسیع کرتا ہے، کوئی ایسی جگہ نہیں پاتا ہے جہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت نہ پہنچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آفتاب کی طرح سب جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور پہنچا ہے حتی کہ یاجوج وماجوج میں بھی پہنچا ہے، جن کو دیوار حائل ہے۔

اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرتا ہے تو ایسی جگہ بہت کم پاتا ہے کہ وہاں کسی پیغمبر مبعوث نہ ہوئے ہوں، یہاں تک کہ زمین ہند کہ اس معاملہ سے دور دکھائی دیتی ہے، یہاں بھی پاتا ہے کہ اہل ہند سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی دعوت دیئے ہیں، اور ہند کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے انوار شرک کی تاریکیوں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں، اور اگر چاہے تو ان شہروں کو متعین کرسکتا ہے۔

اور فقیر دیکھتا ہے کہ کوئی پیغمبر ہیں کہ کوئی شخص ان پر ایمان نہیں لایا ہے اور ان کی دعوت قبول نہیں کیا ہے، اور کوئی دوسرے پیغمبر ہیں کہ ایک شخص ان پر ایمان لایا ہے، اور کوئی دوسرے پیغمبر ہیں کہ دو شخص ان پر ایمان لایا ہے، اور بعض پیغمبر ہیں کہ تین شخص ان پر ایمان لائے ہیں۔ تین شخص سے زیادہ نظر نہیں آتے کہ ہند میں کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں،

یہاں تک کہ پیغمبر کے امتی چار شخص ہوں۔

اور ہند کے کافروں کے سرداروں نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے وجود، اور اس کی صفات اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہات و تقدیسات لکھی ہیں، وہ تمام مصباح نبوت کے انوار سے حاصل شدہ ہیں، کیوں کہ گزشتہ امتوں میں ہر زمانے میں انبیائے کرام میں سے کوئی نبی گزرے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے وجود اور اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ اور اللہ تعالیٰ کی تنزیہات و تقدیسات بتائے ہیں۔

اگر ان انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وجود مبارک نہ ہوتا تو ان بے توفیقوں کی لنگڑی و اندھی عقل جو کفر و معاصی کی تاریکیوں میں ملوث ہیں، کب اس دولت کی جانب ہدایت پاتی۔ ان بے توفیقوں کی ناقص عقلیں فی نفسہ اپنے معبود ہونے کا فیصلہ کرتی ہیں اور اپنے علاوہ کوئی معبود ثابت نہیں کرتیں، جیسا کہ مصر کے فرعون نے کہا: میں اپنے علاوہ تم لوگوں کا کوئی معبود نہیں جانتا، اور یہ بھی کہا: اگر تم نے میرے علاوہ کوئی معبود اختیار کیا تو ضرور میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔

اور جب کفار ہند کے سرداروں نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات سے معلوم کیا کہ دنیا کا کوئی واجب الوجود خالق ہے تو ان بے توفیقوں میں سے بعض لوگ اپنے دعوی الوہیت کی قباحت پر مطلع ہو کر تقلید و تستر کے طور پر خالق کا اثبات کیے ہیں اور خالق کو اپنے اندر حلول و سرایت کیا ہوا اعتقاد کیے ہیں، اور اس بہانے سے لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو ظالم لوگ کہتے ہیں۔

اس جگہ کوئی کم عقل سوال نہ کرے کہ اگر سرزمین ہند میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوتے تو ضرور ان کی بعثت کی خبر ہم تک پہنچتی، بلکہ اسباب کی کثرت کے سبب وہ خبر تواتر کے ساتھ منقول ہوتی، اور جب منقول نہیں تو بعثت ثابت نہیں۔

اس لیے کہ ہم کہتے ہیں کہ ان پیغمبران مبعوث کی دعوت عام نہ تھی ، بلکہ بعض کی دعوت ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھی ، اور بعض کی دعوت ایک گاؤں یا ایک شہر سے مخصوص تھی ، اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم یا گاؤں میں کسی شخص کو نبوت کی دولت سے مشرف فرمایا ہو، اور اس پیغمبر نے اس قوم یا اس گاؤں والوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کی دعوت دی ہو، اور غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا ہو، اور وہ قوم یا اس گاؤں کے لوگ ان کا انکار کیے ہوں اور ان کی تذلیل وتجہیل کیے ہوں اور جب ان لوگوں کا انکار وتکذیب انتہا تک پہنچ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہو۔

اور اسی طرح ایک مدت بعد کوئی دوسرے پیغمبر کسی قوم یا گاؤں میں مبعوث ہوئے ہوں اور ان کے ساتھ وہی معاملہ (دعوت وتبلیغ) کیا ہو، جیسا کہ پہلے پیغمبر نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ، اور ان لوگوں کے ساتھ وہی (ہلاک وعذاب) کیا گیا ہو جو ان کے پہلوں کے ساتھ کیا گیا، اور اسی طرح ہوتا رہا ہو جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی ہو۔

اور گاؤں وشہروں کی ہلاکت کے آثار سرزمین ہند میں بہت ہیں اور یہ لوگ گرچہ ہلاک ہوگئے ہوں ، لیکن ان کے معاصرین میں وہ دعوت توحید کا پیغام باقی رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل مابعد میں اس پیغام کو باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا، تاکہ وہ واپس آئیں۔

انبیائے مبعوث کی نبوت کی خبر اس وقت ہم تک پہنچتی کہ کثیر جماعت ان انبیائے کرام پر ایمان لاتی ، اور قوت پیدا کی ہوتی۔ ایک پیغمبر تشریف لائے ، اور چند دن دعوت وتبلیغ فرمائی اور وفات پا گئے ، اور کسی نے ان (کی دعوت) کو قبول نہ کیا، اور دوسرے پیغمبر تشریف لائے ، اور یہی کام (دعوت وتبلیغ) سرانجام دیئے ، ایک شخص ان پر ایمان لائے ، اور دوسرے نبی پر دو شخص یا تین شخص ایمان لائے ، پس خبر کہاں سے پھیلے گی ۔ تمام کفار انکار کرتے اور اپنے باپ دادا کے مذہب کے مخالف کا رد کرتے تھے تو خبر نقل کرنے والا کون ہو

گا،اور کس سے نقل کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی (ساری دنیا کے لیے) متحدہ دعوت کے سبب رسالت ونبوت اور پیغمبری کے الفاظ عرب وفارس کی زبانوں سے (ہند میں) آئے ہیں اور یہ الفاظ ہند کی زبان میں نہ تھے، یہاں تک کہ انبیائے مبعوثین کو نبی یا رسول یا پیغمبر کہیں اوران ناموں سے ان نفوس قدسیہ کو یاد کریں۔

نیز اس سوال کے جواب میں معارضہ کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ اگر ہند میں انبیائے کرام مبعوث نہ ہوئے ہوں اور نیز ان لوگوں کی زبان میں ان لوگوں کو دعوت وتبلیغ نہ کیے ہوں تو ضرور ان لوگوں کا حکم شاہق جبل کا حکم ہوگا، تمردوسرکشی اور دعوی الوہیت کے باوجود یہ لوگ دوزخ میں نہ جائیں گے اور دائمی عذاب ان لوگوں کو نہ ہوگا۔اس بات کو نہ عقل سلیم قبول کرتی ہے،اور نہ کشف صحیح اس کی موافقت کرتا ہے، کیوں کہ ہم ان کے بعض مردودوں کو جہنم کے وسط میں دیکھتے ہیں،اوراللہ تعالیٰ کو حقیقت حال کا خوب علم ہے۔

جب ہندودھرم میں کسی پیغمبر کی بعثت کو محال بتایا گیا ہے تو قوم ہنود نہ کسی کو پیغمبر کو مانے گی اور نہ ہی کسی پیغمبر کا ذکر ان کی کتابوں میں ہوگا، پس جن مشہور لوگوں کو ہندو لوگ مانتے ہیں اور جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے، وہ پیغمبران خدا کے علاوہ دیگر لوگ ہیں جو مذہب ہنود کے پیروکار اور قوم ہنود کے سردار واوتار ہیں۔ وید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس میں بیان کردہ بعض واقعات حضرت آدم ونوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کے مماثل ہیں۔ان سے کون لوگ مراد ہیں،اس بارے میں محض قیاس آرائی ہے۔ممکن ہے کہ قوم ہنود کا اپنے ہی کسی اوتار یا سردار سے متعلق ایسا عقیدہ ہو: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معبودان ہنود اور ہندودھرم کے اوتار

سوال: بعض اہل علم نے قوم ہنود کے معبودان باطل کے مسلمان اور ولی و نبی

ہونے کا خیال ظاہر کیا۔ یہ بھی تعظیم ہے، پھر ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: بعض اہل علم کو معبودان ہنود کے بارے میں جو روایات وحکایات موصول ہوئیں، ان کے پیش نظر ان حضرات نے اپنا عندیہ اور اندازہ پیش کیا۔ تعظیم کے طور پر مسلمان یا ولی نہیں کہا، بلکہ روایات وحکایات سے ایک نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش تھی۔ چوں کہ ہنود کے بیان کردہ روایات وحکایات سے ان کا غیر صالح وغیر متقی ہونا بھی ثابت ہے، لہٰذا ایسے نتائج نا قابل قبول ہوں گے، اور محض خیال ظاہر کرنے پر شرعی حکم وارد نہیں ہوگا۔

سوال: بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ رام چندر موحد ہوسکتا ہے؟

جواب: (1) رام چندر ایک فرضی کردار ہے۔ اس کا وجود تاریخی روایات سے ثابت نہیں۔ رام اگر فرضی شخص کا نام ہے تو وہ محض معبود کفار ہے، اور معبودان کفار کی تعظیم وتوقیر کفر ہے۔ اگر وہ حقیقی شخص ہے تو قوم ہنود کی روایات وحکایات سے اس کا سناتن دھرمی اور مشرک ہونا ثابت ہے۔ انہیں روایات وحکایات سے فسق وفجور بھی ثابت ہے۔

(2) رام کو اگر عہد ماضی کا ایک حقیقی آدمی مانا جائے تو وہ راجہ دسرتھ کا بیٹا ہے، اور راجپوتوں کی سب سے اعلیٰ نسل راج بنسی قبیلے کا ایک فرد ہے۔ رام سے پہلے بھی اور رام کے بعد بھی راج بنسی خاندان کے لوگ سورج کو پوجتے تھے، پس یہ واضح قرینہ ہے کہ اپنے آبا واجداد کے مذہب کے مطابق رام بھی سورج کا پجاری اور مشرک ہوگا۔ سورج پرستی ویدک دھرم کا حصہ ہے۔ ویدک دھرم والے طلوع وغروب کے وقت سورج کو پوجتے ہیں۔

(3) قوم ہنود کے درمیان یہ روایت بہت مشہور ہے کہ رام چندر نے ''سمبوکا'' نامی ایک شودر کو صرف اس لیے قتل کر دیا تھا کہ وہ عبادت وریاضت میں مشغول ہو گیا تھا، جب کہ ویدک دھرم میں صرف دوہرے جنم والوں یعنی صرف آریوں کو عبادت وریاضت کا حق ہے اور شودروں کو دو جنم والوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ جب رام چندر ویدک دھرم

کے طریقے پر عمل پیرا ہے تو اسے بھی ویدک دھرم کا پیروکار مانا جائے گا۔کسی بھی توحیدی مذہب میں عبادت وریاضت کا حق کسی نسل کے ساتھ مخصوص نہیں۔محض ویدک دھرم میں یہ قانون ہے۔چوں کہ یہ روایت ہنود کے درمیان بہت مشہور ہے تو جس طرح رام کے وجود سے متعلق ہنود کی روایات وحکایات قبول ہوں گی تو اسی طرح یہ روایت بھی قبول کی جائے گی۔

رام چندر کے مشرک ہونے کا ثبوت ہے،لیکن موحد ہونے کا ثبوت نہیں۔رام چندر کی شہرت معبود ہنود ہونے کی حیثیت سے ہے۔راجہ یا راجکمار ہونے کی حیثیت سے نہیں۔

(4) ہندو قوم میں بہت سے راجہ اور مہاراجہ گزرے ہیں،لیکن نہ ان کو پوجا جاتا ہے، نہ ان لوگوں کا اس قدر چرچا ہوتا ہے۔قوم ہنود رام کو اوتار اور بھگوان مانتی ہے،اور اوتار ہی کی حیثیت سے اس کی شہرت ہے۔رام کو ساتواں اوتار اور کرشن کو آٹھواں اوتار مانا جاتا ہے۔

قوم ہنود اوتار کی پوجا کرتی ہے اور اوتار کو بھی معبود مانتی ہے،اسی اعتبار سے یہ دونوں معبود ہنود ہیں،ورنہ قوم ہنود بہت سے راجہ ومہاراجہ گزرے ہیں،مثلاً بکرماجیت وغیرہ۔

(5) حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے معبودان ہنود سے متعلق رقم فرمایا:

(الف) ’’رام وکرشن و مانند آنہا کہ الٰہہ ہنود اند‘‘۔

(مکتوبات: جلد اول مکتوب صد وشصت وہفتم :ص 170 -مطبع نول کشور لکھنو)

(رام وکرشن وغیرہ جو ہنود کے معبود ہیں)

(ب) ’’بہروے رام ہندو کہ اظہار اخلاص ایں طائفہ علیہ نمودہ بود: الخ)(ایضاً)

(رام ہندو (سناتن دھرمی) ہے،موحد نہیں)

(ج) ’’الٰہہ ہنود خلق را بعبادت خود تلقین کردہ اند،وخود را الٰہ دانستہ‘‘۔

(مکتوبات: جلد اول مکتوب صد وشصت وہفتم -171-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: ہنود کے معبودوں نے مخلوق کو اپنی عبادت کی تلقین کی ہے اور اپنے آپ کو

معبود سمجھا ہے۔

دراصل ویدک دھرم میں اوتار کی عبادت کی جاتی ہے۔ان اوتاروں کا تعلق ویدک دھرم سے ہے۔ویدک دھرم میں رام کو ساتواں اوتار اور کرشن کو آٹھواں اوتار مانا جاتا ہے۔

مکتوب حضرت مرزا مظہر دہلوی اور ہندودھرم

حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کا شجرۂ طریقت چار واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔آپ کا شجرۂ طریقت مندرجہ ذیل ہے۔

حضرت شیخ مرزا مظہر شہید دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت شیخ سید نور محمد بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت شیخ حافظ محمد حسن علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت شیخ سیف الدین سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت شیخ محمد معصوم سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان

حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ والرضوان

مکتوب مظہری کے مآخذ

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید نقشبندی علیہ الرحمۃ والرضوان (۱۱۱۱ھ-۱۱۹۵ھ- مطابق ۱۷۰۰ء-۱۷۸۱ء) نے اپنے ایک فارسی مکتوب میں ہندودھرم کی تفصیل رقم فرمائی ہے۔''مقامات مظہری''اور''کلمات طیبات''میں اس مکتوب کا چودھواں نمبر ہے۔تذکرہ نگاروں کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ مکتوب''رقعات کرامت سعادت''میں بھی درج ہے۔مذکورہ تینوں کتابوں کا مختصر تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

(1)''مقامات مظہری''کے مؤلف حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید وخلیفہ اور پہلے جانشیں مجدد صدی سیزدہم حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی علیہ الرحمۃ

والرضوان (۱۱۵۶ھ-۱۲۴۰ھ مطابق ۱۷۴۳ء-۱۸۲۴ء) ہیں۔ یہ کتاب حضرت مرزا مظہر دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شہادت کے سولہ سال بعد ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۷۹۶ء میں رقم کی گئی ہے۔آپ نے ایک کتاب کمالات مظہریہ سال ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۸۲۱ء میں رقم فرمائی۔

(ماخوذ از مقدمہ مقامات مظہری: ص170-172 - اردو سائنس بورڈ لاہور)

حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز سال ۱۱۷۸ھ مطابق ۱۷۶۴ء میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت ہوئے اور ان کی شہادت ۱۱۹۵ھ مطابق ۱۷۸۰ء تک یعنی سترہ سال تک اپنے شیخ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں رہے، پھر اپنے شیخ کی شہادت کے بعد ان کے اول جانشیں ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

(ماخوذ از مقدمہ مقامات مظہری: ص156 - اردو سائنس بورڈ لاہور)

زیر بحث مکتوب چہاردہم سال ۱۱۶۵ھ میں رقم کیا گیا ہے۔اس وقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز اپنے شیخ مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان سے مرید بھی نہ ہوئے تھے۔مکتوب کے سن تحریر کا ذکر اسی مکتوب کی درج ذیل عبارت میں ہے۔

''پس از آغاز بعثت اوتا امروز که ہزار وصد وہشتاد سال است''۔

بعثت نبوی کے تیرہ سال بعد ہجرت ہوئی اور سال ہجرت کے اعتبار سے اسلامی تقویم اور کیلنڈر کی ترتیب عمل میں آئی۔حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۱۷۸ھ میں بیعت ہوئے۔گیارہ سو اٹھہتر سال ہجری سے تیرہ سال قبل ہی بعثت یعنی اعلان نبوت ہوا۔گیارہ سو اٹھہتر میں تیرہ سال کم کیا جائے تو ۱۱۶۵ ہجری سال ہوتا ہے۔

(2) رقعات کرامت سعادت کے مؤلف حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید وخلیفہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔آپ نے اپنے شیخ علیہ الرحمۃ والرضوان کے حالات ومعمولات پر مزید دو کتابیں بشارات مظہریہ اور معمولات

مظہر یہ رقم فرمائیں۔ بشارات مظہر یہ قلمی نسخہ ہے۔ یہ دوسو دس اوراق پر مشتمل ہے۔اس کا ایک نسخہ برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہے۔معمولات مظہر یہ اور رقعات کرامت سعادت مطبوعہ ہے۔تادم تحریر رقعات کرامت سعادت مجھے دستیاب نہ ہوسکی۔

حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی (۱۱۵۳ھ-۱۲۱۸ھ مطابق ۱۷۳۸ء-۱۸۰۳ء)۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء میں دہلی گئے اور حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔چار سال تک اپنے شیخ حضرت مرزا مظہر قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اکتساب فیض کرتے رہے۔اس کے بعد سال ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء میں اپنے شیخ سے سلسلہ نقشبندیہ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوکر بہرائچ واپس آئے۔

حضرت شیخ نعیم اللہ بہرائچی قدس سرہ العزیز بھی مکتوب چہاردہم کی تحریر کے وقت حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں حاضر نہیں تھے۔آپ نے رقعات کرامت سعادت میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے ترسٹھ خطوط نقل فرمائے۔ ان ترسٹھ خطوط کو کلمات طیبات میں نقل کیا گیا ہے،اور مزید دیگر خطوط بھی نقل کیے گئے ہیں۔

(3) کلمات طیبات کے مؤلف حضرت حافظ ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی ہیں۔ آپ حضرت شیخ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی (۱۲۰۸ھ-۱۳۱۳ھ مطابق ۱۷۹۳ء-۱۸۹۵ء) کے مرید تھے۔حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے 63 :خطوط رقعات کرامت سعادت میں انہیں ملے اور باقی خطوط حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفا کی تالیفات سے حاصل کیے۔کلمات طیبات میں 89:خطوط ہیں۔

مقامات مظہری کے مترجم محمد اقبال مجددی نے تحریر کیا:''ہمارا خیال ہے کہ جس طرح مولانا نعیم اللہ بہرائچی نے سب سے پہلے آپ کے حالات پر مستقل کتابیں لکھ کر اولین سوانح نگار کا شرف حاصل کیا۔اسی طرح انہوں نے آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ

مرتب کیا تھا۔ یہی وہ مجموعہ ہے جو سب سے پہلے طبع ہوا۔ اس کا نام رقعات کرامت سعادت شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں مظہر شہید ہے۔ یہ نسخہ مطبع فتح الاخبار کول (علی گڑھ) سے ۱۲۷۱ھ/۱۸۵۴ء میں طبع ہوا تھا۔ اس میں کل ۶۳: مکاتیب ہیں۔ اس مطبوعہ نسخہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مکتوب الیہم کے نام بھی دیئے گئے ہیں۔

یہ اہم قدیم مطبوعہ نسخہ مخدومی مولوی شمس الدین مرحوم تاجر کتب نادرہ لاہور کے ذاتی کتب خانہ کی زینت تھا۔ صاحب نزہۃ الخواطر نے مولانا بہرائچی کے مرتبہ جس مجموعہ مکتوبات کا ذکر کیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ یہی مذکورہ مطبوعہ نسخہ ہوگا۔

مکتوبات حضرت مظہر کا جو دوسرا مجموعہ چھپا تھا۔ اس میں حاشیہ پر طبع شدہ ایک خط شامل کر کے کل ۸۹: خطوط ہوتے ہیں۔ یہ مکاتیب ''کلمات طیبات'' میں شامل ہیں، جسے ابوالخیر محمد بن احمد مرادآبادی مرید حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے مرتب کیا تھا۔ انہوں نے اس میں پہلے مرتبہ مجموعہ مولانا بہرائچی میں خلفائے حضرت مظہر کی تالیفات کی مدد سے اضافہ کیا۔ لکھتے ہیں:

''آخر کتابے کہ بہ مطالعہ درآمد، مکتوبات قدسی آیات...... بود...... چوں ایں جوامع الکلم، بس ودل چسپ آمد، باستقصائش کوشیدم وجابجا تلاشیدم تا آں کہ در تالیفات خلفائے حضرت ایشاں اضعاف آں یافتم''۔

چوں کہ اس مجموعہ کے مرتب ابوالخیر محمد بن احمد مرادآبادی حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی (ف ۱۳۱۳ھ) کے معتقد تھے، اور حضرت فضل رحمٰن جن کی تصحیح سے یہ مجموعہ چھپا تھا، وہ مطابع میں تصحیح وکتابت کا کام بھی کرتے تھے۔ انہیں حضرت مظہر کے جانشیں حضرت شاہ غلام علی مؤلف مقامات مظہری کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا، اس لیے ممکن ہے کہ حضرت مظہر کے یہ ۸۹: خطوط شاہ فضل رحمٰن کو یہیں سے ہم دست ہوئے

ہوں اور انہیں سے مرتب نے حاصل کیے ہوں۔

یہ مجموعہ ''کلمات طیبات'' کے نام سے پہلے مطبع مطلع العلوم مراد آباد ۱۳۰۳ھ، پھر ۱۳۰۸ھ اور آخر میں مطبع مجتبائی دہلی سے باہتمام مالک مطبع مولوی عبد الاحد زیور طباعت سے آراستہ ہوا''۔(مقدمہ: مقامات مظہری:ص 137-138- اردو سائنس بورڈ لاہور)

اقبال مجددی نے کلمات طیبات کے حوالے سے لکھا کہ 63: خطوط حافظ ابوالخیر مراد آبادی کو مکتوبات قدسی آیات (رقعات کرامت سعادت) سے حاصل ہوئے، پھر حافظ ابو الخیر علیہ الرحمۃ والرضوان نے تلاش وجستجو کے بعد دیگر اضافہ کیا، پھر چند سطور بعد لکھ گئے کہ شاید یہ خطوط حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی نقش بندی قدس سرہ العزیز کے توسط سے حاصل ہوئے۔ حافظ ابوالخیر علیہ الرحمۃ الرضوان کی مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

''آخر کتابے کہ بہ مطالعہ درآمد، مکتوبات قدسی آیات حضرت عارف باللہ ہادی الی اللہ حامل اسرار الطریقۃ والشریعۃ موضح دقائق السر والحقیقۃ حضرت شمس الدین حبیب الرحمٰن مرزا مظہر جان جاناں شہید بود، قدس سرہ کہ کشف بسیارے از معضلات شریعت وطریقت می کند وحل اکثرے از دقائق مذہب وملت می نماید، وچوں ایں جوامع الکلم، بس دل چسپ آمد، باستقصایش کوشیدم وجابجا تلاشیدم تا آں کہ در تالیفات خلفائے حضرت ایشاں قدس سرہم اضعاف آں یافتم''۔(کلمات طیبات:ص 3- مطبع مجتبائی دہلی)

تذکرہ نگاروں کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''مکتوبات قدسی آیات'' سے مراد حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی قدس سرہ العزیز کا مجموعہ مکاتیب ''رقعات کرامت سعادت'' ہے، جس میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے 63: مکاتیب موجود ہیں۔

مکتوب چہاردہم کے الفاظ وعبارات

مکتوب چہاردہم جس میں ہندو دھرم کی تفصیلات مرقوم ہیں، وہ ہمیں مقامات مظہری

(مطبوعہ :مطبع احمدی دہلی :سن اشاعت 1269 مطابق 1853) اور کلمات طیبات (مطبوعہ :مطبع مجتبائی دہلی :سن اشاعت 1309) میں دستیاب ہوا۔ دونوں کتابوں میں مکتوب کے الفاظ وعبارات یکساں نہیں ہیں۔بعض جملے بھی ایک کتاب میں ہیں اور دوسری کتاب میں نہیں ہیں۔اس کمی بیشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مکتوب بعینہ منقول نہیں۔

''مکاتیب مرزا مظہر'' کے مؤلف عبدالرزاق قریشی نے لکھا:''اب تک میرزا صاحب کے مکاتیب کے دو مجموعے چھپ چکے ہیں ۔(۱)رقعات کرامت سعادت (۲)کلمات طیبات ۔دونوں مجموعوں کے اکثر مکاتیب انتخاب کی شکل میں ہیں ۔بعض خط کئی خطوں کا مجموعہ ہیں۔زیر ترتیب مجموعہ کے بھی بعض مکاتیب کے انتخابات ان میں شامل ہیں ،مثلاً کلمات طیبات کے مکتوب ۸۳ کا ابتدائی حصہ اس مجموعہ کے مکتوب ۱۳۶ کا انتخاب ہے۔۷۵ میں اس مجموعہ کے چھ مکاتیب ۹، ۲۷، ۴۶، ۴۳، ۷۳، ۱۰۲ اور ۱۱۷ کے انتخابات شامل ہیں۔

کلمات طیبات کے مکتوب ۷۷ میں اس مجموعہ کے تین مکاتیب ۱۶، ۹۷ اور ۱۰۱ کے انتخابات پائے جاتے ہیں''۔(مکاتیب میرزا مظہر:ص9-علوی بک ڈپو محمد علی روڈ ممبئ)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ رقعات کرامت سعادت اور کلمات طیبات میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے اکثر مکتوبات کے خلاصے ہیں۔مقامات مظہری میں اصل مکتوب ہے یا خلاصہ ہے، کچھ بھی یقینی نہیں۔مقامات مظہری اور کلمات طیبات میں مکتوب چہاردہم کے الفاظ وعبارات میں فرق ہے۔ جہاں دونوں کتابوں کی عبارتوں میں فرق ہے، وہاں کلمات طیبات کی عبارت کونشان زدہ کردیا گیا ہے۔

مکتوبات لوگوں کو بھیجے جاتے تھے۔مکتوبات کے جامعین کو جن کے پاس کوئی مکتوب دستیاب ہوتا، اسے محفوظ کر لیتے۔ایسی صورت میں مکتوبات میں تحریف والحاق ممکن ہے، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کوئی مکتوب گڑھ کر کسی کی طرف منسوب کردے۔

مکتوب چہاردہم: حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان

مقامات مظہری: (حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقش بندی علیہ الرحمۃ والرضوان)

مکتوب چہاردہم: در بیان آئین کفار ہند۔

پرسیدہ بودند کہ کفار ہند مثل مشرکان عرب دین بے اصل دارند یا آں را اصلے ہست، ومنسوخ شدہ، ودرحق پیشینیاں اینہا چہ اعتقاد باید کرد؟

مختصرے از روئے تحقیق وانصاف مرقوم می گردد، وبدانند آنچہ از کتب قدیمہ اہل ہند معلوم می شود، ایں است کہ رحمت الٰہیہ در وقت آغاز پیدائش نوع انسانی برائے اصلاح معاش ومعاد کتابے مسمی بہ بید کہ چہار دفتر دارد، مشتمل بر احکام امر ونہی واخبار ماضی ومستقبل است، بتوسط ملکے بر بنہا نام کہ آلہ وخارجہ ایجاد عالم است، فرستادہ۔

ومجتہدان اینہا از اں کتاب شش مذہب استخراج نمودہ بنائے اصول عقائد براں گزاشتہ۔ این فن را دھرم شاستر نامیدہ اند، یعنی فن ایمانیات کہ علم کلام باشد۔

وافراد نوع انسانی را چہار فرقہ مقرر نمودہ چہار مسلک ازاں کتاب برآوردہ برائے ہر فرقہ مسلکے قرار دادہ بنائے فروع اعمال را براں نہادہ اند واین فن را کرم شاستر خواندہ اند یعنی فن عملیات کہ علم فقہ باشد۔

وچوں نسخ احکام را منکر اند وبحکم عقل مناسب طبائع اہل ہر مدت وزمان تجویز تغیر اعمال ضرور است، وعمر طولانی عالم را چہار حصہ نمودہ ہر یکے را جگ نام کردہ برائے اہل ہر جگ طور عملی ازاں ہر چہار دفتر اخذ نمودہ اند۔

وآں چہ متأخرین اینہا تصرفات کردہ اند از اعتبار ساقط است وجمیع فرق ایشاں در توحید باری تعالیٰ اتفاق دارند وعالم را حادث ومخلوق می دانند واقرار بفنائے عالم وجزائے اعمال نیک وبد وحشر وحساب دارند، ودر علوم عقلی ونقلی وریاضات ومجاہدات وتحقیق معارف

ومکاشفات اینہا رابد طولیٰ است۔

وعقلائے اینہا فرصت عمر آدمی را چہار حصہ قرار دادہ۔ حصہ اول در تحصیل علوم ودویم در تحصیل معاش واولاد وسیوم در تصحیح اعمال وترویض نفس وچہارم در مشق انقطاع وتجرد کہ غایت کمال انسانی است ونجات کبریٰ کہ آں رامہا مکت براں موقوف است، صرف می نمایند وقواعد وضوابط دین اینہا نظم ونسق تمام دارد، پس معلوم شد کہ دین مرتبے بودہ است، ومنسوخ شدہ۔

واز ادیان منسوخ غیر از دین یہود ونصاریٰ نسخ دینے دیگر در شرع مذکور نیست، حال آن کہ نسخ بسیار در معرض محو واثبات آمدہ۔

وباید دانست کہ بحکم آیہ کریمہ (وان من امة الا خلافیھا نذیر) وکریمہ (ولکل امة رسول) وآیات دیگر در ممالک ہند نیز بعثت انبیا ورسل علیہم السلام واقع شدہ است، واحوال آنہا در کتب اینہا مضبوط است، واز آثار آنہا ظاہر می گردد کہ مرتبہ کمال وتکمیل داشتہ اند ورحمت عامہ رعایت مصالح عباد را دریں مملکت وسیع نیز فرو نگذاشتہ وپیش از بعثت خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہر قومے پیغمبرے مبعوث شدہ واطاعت وانقیاد ہماں پیغمبر براں قوم واجب بودہ، نہ اتباع پیغمبر قوم دیگر۔

وبعد ظہور پیغمبر ما کہ خاتم المرسلین است صلی اللہ علیہ ومبعوث است بکافہ انام، ودین او ناسخ ادیان ست، شرقاً وغرباً احدے را تا انقراض زمان مجال عدم انقیاد وے نماندہ، پس از آغاز بعثت او تا امروز کہ ہزار وصد وہشتاد سال است، ہر کہ باوے نگرویدہ، کافر است، نہ پیشینیاں، وچوں شرع بحکم آیہ کریمہ (منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک) از بیان احوال اکثر انبیا ساکت است، در شان انبیائے ہند سکوت اولیٰ است۔

نہ مارا جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم است، ونہ یقین بہ نجات آنہا بر ما واجب است، ومادۂ حسن ظن متحقق است بشرط آں کہ تعصب درمیان نباشد، ودر حق اہل فارس، بلکہ

اہل ہر مملکت کہ پیش از ظہور خاتم الرسل گزشتہ اند، ولسان شرع از احوال آنہا ساکت است ،واحکام وآثار آنہا مناسب وموافق مسلک اعتدال ست،ہمیں عقیدہ اولیٰ است وکافر گفتن کسے را بے دلیل قطعی آسان نباید دانست۔

وحقیقت بت پرستی اینہا آنست کہ بعض ملائکہ کہ بامر الٰہی در عالم کون وفساد تصرفے دارند یا بعض ارواح کاملان کہ بعد ترک تعلق اجساد آنہا را درین نشأ تصرفے باقی است، یا بعض افراد احیا کہ بزعم اینہا مثل حضرت خضر زندہ جاوید اند،صور آنہا ساختہ متوجہ بآں می شوند، وبسبب ایں توجہ بعد مدتے بصاحب آں صورت مناسبت بہم می رسانند۔

وبنا برآں مناسبت حوائج معاشی ومعادی خود را روا می سازند وایں عمل مشابہتے بذکر رابطہ دارد کہ معمول صوفیہ اسلامیہ است کہ صورت پیر را تصور می کنند وفیضہا بر می دارند۔این قدر فرق است کہ در ظاہر صورت شیخ نمی تراشند وایں معنی مناسبتے بعقیدہ کفار عرب ندارد کہ آنہا بتاں را متصرف ومؤثر بالذات می گفتند، نہ آلہ تصرف الٰہی ، واینہا را خدائے زمین می دانستند وخدائے تعالیٰ را خدائے آسمان واین شرک است درالوہیت ۔وسجدہ اینہا سجدۂ تحیت است، نہ سجدۂ عبودیت کہ در آئین اینہا بمادر وپدر وپیر واستاد بجائے سلام ہمیں سجدہ مرسوم ومعمول است کہ آن را ڈنڈوت می گویند، واعتقاد تناسخ مستلزم کفر نیست: والسلام

(مقامات مظہری:ص119-121-مطبع احمدی دہلی:ہشتم ذی قعدہ 1269ھ)

کلمات طیبات(حضرت حافظ احمد بن علی نقشبندی مرادآبادی قدس سرہ العزیز)

مکتوب چہاردہم: پرسیدہ بودند کہ کفار ہند مثل مشرکان عرب دین بے اصل دارند یا آں را اصلے بودہ ہست، ومنسوخ شدہ، ودرحق پیشینیاں آنہا چہ اعتقاد باید کرد؟

مختصرے از روئے تحقیق وانصاف مرقوم می گردد، وبداند آنچہ از کتب قدیمہ اہل ہند معلوم می شود،ایں ست کہ رحمت الٰہیہ در وقت آغاز پیدائش نوع انسانی برائے اصلاح

معاش و معاد شاں کتاب بے مسمی بہ بید کہ چہار دفتر دارد، مشتمل بر احکام امر و نہی و اخبار ماضی و مستقبل بتوسط ملکے برہما نام کہ آلہ و جارحہ ایجاد عالم است، فرستاد و مجتہدان اینہا ازاں کتاب شش مذاہب استخراج نمودہ بنائے اصول عقائد براں گزاشتہ۔ این فن را دھرم شاستر نامیدہ اند، یعنی فن ایمانیات کہ علم کلام باشد۔

وافراد نوع انسانی را چہار فرقہ مقرر نمودہ و چہار مسلک ازاں کتاب برآوردہ برائے ہر فرقہ مسلکے قرار دادہ بنائے فروع اعمال را براں نہادہ اند و این فن را کرم شاستر خواندہ اند یعنی فن عملیات کہ علم فقہ باشد۔

و چوں نسخ احکام را منکر اند و بحکم عقل مناسب طبائع اہل ہر مدت و زمان تجویز تغیر اعمال ضرور است، عمر طولانی عالم را چہار حصہ نمودہ ہر یکے را جگ نام کردہ برائے اہل ہر جگ طور عملی ازاں ہر چہار دفتر اخذ نمودہ اند۔

و آں چہ متأخرین ایشاں تصرفات کردہ اند از اعتبار ساقط است و جمیع فرق اینہا در توحید باری تعالیٰ اتفاق دارند و عالم را حادث و مخلوق او می دانند و اقرار بفنائے عالم و حشر جسمانی و جزائے اعمال نیک و بدمی نمایند و درعلوم عقلی و نقلی و ریاضات و مجاہدات و تحقیق معارف و مکاشفات اینہا راید طولیٰ است۔

و کتاب خانہ ہا تا امروز موجود و رسم بت پرستی اینہا نہ از راہ اشراک در الوہیت ست، بلکہ حقیقت دیگر دارد - وعقلائے اینہا فرصت عمر آدمی را چہار حصہ قرار دادہ۔ حصہ اول در تحصیل علوم و آداب و دوم در تحصیل معاش و اولاد و سوم در تصحیح اعمال و صلاح نفس و چہارم در مشق انقطاع و تجرد کہ غایت کمال انسانی است و نجات کبریٰ کہ آں را مہا مکت می گویند، براں موقوف است، صرف می نمایند و قواعد و ضوابط دین اینہا نظم و نسق تمام دارد، پس معلوم شد کہ دین مرتبے بودہ است، و منسوخ شدہ۔

وازادیان منسوخ غیرازدین یہودونصاریٰ نسخ دینے دیگر درشرع مذکورنیست، حالاں کہ نسخ بسیارے ازادیان واقع شدہ ودین ہائے بسیار درمعرض محووا ثبات آمدہ۔

وباید دانست کہ بحکم آیہ کریمہ (وان من امۃ الا خلافیھا نذیر) وکریمہ (ولکل امۃ رسول) وآیات دیگر درممالک ہند نیز بعثت انبیاورسل علیہم السلام واقع شدہ است، واحوال آنہا درکتب اینہا مضبوط است، وازآثار آنہا کہ باقی است، ظاہرمی شود کہ مرتبہ کمال وتکمیل داشتہ اند ورحمت عامہ رعایت مصالح عبادرا دریں مملکت وسیع فرونگذاشتہ ومشہور است کہ پیش از بعثت خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہرقومے پیغمبرے مبعوث شدہ واطاعت وانقیاد ہماں پیغمبر براں قوم واجب بودہ، نہ اتباع پیغمبرقوم دیگر۔

وبعدظہور پیغمبر ما کہ خاتم المرسلین است صلی اللہ علیہ ومبعوث است بکافہ انام، ودین اوناسخ ادیان ست، شرقاًوغرباً احدے راتا انقراض زمان مجال عدم انقیاد وے نماندہ، پس از آغاز بعثت اوتاامروز کہ دوہزار وصدوہشتادسال است، ہرکہ باوے نگرویدہ، کافراست، نہ پیشینیاں۔ وچوں شرع بحکم آیہ کریمہ (منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک) از بیان احوال اکثر انبیا ساکت است، درشان آنہا سکوت اولیٰ است۔ نہ مارا جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم است، ونہ یقین بہ نجات آنہا برماواجب است، ومادۂ حسن ظن متحقق است بشرط آں کہ تعصب درمیان نباشد، ودرحق اہل فارس، بلکہ اہل ہرمملکت کہ پیش از ظہور خاتم الرسل گزشتہ اند، ولسان شرع از احوال آنہا ساکت است، ہمیں عقیدہ اولیٰ است وکافرگفتن کسے رابے دلیل قطعی آسان نباید دانست۔

وحقیقت بت پرستی اینہا آنست کہ بعض ملائکہ کہ بامرالٰہی درعالم کون وفساد تصرفے دارند یابعض ارواح کاملان کہ بعدترک تعلق اجساد آنہارا درین نشأ تصرفے باقی است، یا بعض افراداحیا کہ بزعم اینہا مثل حضرت خضرعلیہ السلام زندہ جاویداند، صورآنہا ساختہ متوجہ

بآں می شوند، وبسبب ایں توجہ بعد مدتے مناسبتے بصاحب آں صورت بہم می رسانند۔

وبنا برآں مناسبت حوائج معاشی و معادی خود را وا می سازند وایں عمل مشابہتے بذکر رابطہ دارد کہ معمول صوفیہ اسلامیہ است کہ صورت پیر را تصور می کنند وفیضہا برمی دارند۔ این قدر فرق است کہ در ظاہر صورت شیخ نمی تراشند وایں معنی مناسبتے بعقیدہ کفار عرب ندارد کہ آنہا بتاں را متصرف ومؤثر بالذات می گفتند، نہ آلہ تصرف الٰہی، واینہا را خدائے زمین می دانند وخدائے تعالیٰ را خدائے آسمان وایں شرک است درالوہیت۔ وسجدہ اینہا سجدۂ تحیت است، نہ سجدۂ عبودیت کہ در آئین اینہا بمادر وپدر وپیر واستاد بجائے سلام ہمیں سجدہ مرسوم ومعمول است کہ آن را ڈنڈوت می گویند، واعتقاد تناسخ مستلزم کفر نیست۔ والسلام

(کلمات طیبات: ص25-27- مطبع مجتبائی دہلی- سال طباعت 1309ھ)

ترجمہ مکتوب چہاردہم (کلمات طیبات)

لوگوں نے پوچھا تھا کہ کفار ہند بھی مشرکین عرب کی طرح بے اصل دین رکھتے ہیں، یا اس کی کوئی اصل تھی جو بعد میں منسوخ ہوگئی، اور قوم ہنود کے متقدمین کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے؟

مختصر الفاظ میں تحقیق اور انصاف کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جان لیں کہ اہل ہند کی پرانی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الٰہی نے ان لوگوں کی دنیا وآخرت کی اصلاح کے لیے ''وید'' نامی کتاب برہما نامی فرشتے کے ذریعہ بھیجی تھی جو ایجاد عالم کے لیے واسطہ اور وسیلہ ہے۔ یہ کتاب چار دفتر رکھتی ہے، اور امر ونہی کے احکام اور ماضی ومستقبل کی خبروں پر مشتمل ہے۔ ان کے مجتہدوں نے اس کتاب سے چھ مذاہب نکالے، اور اصول عقائد کی بنیاد اس پر رکھی۔ اس فن کو دھرم شاستر کہتے ہیں، یعنی فن ایمانیات جسے ہم علم کلام کہتے ہیں۔

اوران مجتہدین نے نوع انسانی کے چار طبقات مقرر کیے، اوراس کتاب سے چار مسلک نکالے۔ ہر فرقہ کے لیے ایک مسلک مقرر کیا، اور فروع اعمال کی بنیاد اس پر رکھی ہے ۔اس فن کا نام کرم شاستر ہے، یعنی فن عملیات جسے ہم علم فقہ کہتے ہیں۔

چوں کہ وہ لوگ نسخ احکام سے انکار کرتے ہیں اور ہر دور اور زمانہ کے اہل دانش کی طبعیتوں کے مطابق تبدیلی لازم ہے۔ دنیا کی طویل عمر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور ہر حصے کا نام ''جگ'' رکھا ہے، اور ہر جگ کے لیے چاروں دفتروں سے طور عمل اخذ کیا ہے، اور جو کچھ ان کے متاخرین تصرفات کیے ہیں، وہ قابل اعتبار نہیں۔ ان کے تمام فرقے خداوند تعالیٰ کی توحید پر متفق ہیں اور دنیا کو حادث اور مخلوق خداوندی مانتے ہیں۔ دنیا کے فنا ہونے، حشر جسمانی اور جزائے اعمال نیک و بد پر یقین رکھتے ہیں، اوران لوگوں کو علوم عقلی ونقلی، ریاضات ومجاہدات، تحقیق معارف اور مکاشفات میں ید طولیٰ (کامل مہارت) حاصل ہے، اوران کے کتاب خانے آج تک موجود ہیں۔

ان لوگوں میں بت پرستی کی رسم الوہیت میں شرک کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس کی حقیقت دوسری ہے۔ان کے دانش مندوں نے انسانی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے، جنہیں اس طرح گزارتے ہیں۔ پہلے حصہ میں علوم وآداب کی تحصیل، دوسرے میں تحصیل معاش اور اولاد، تیسرے حصہ میں تصحیح اعمال اور اصلاح نفس، اور چوتھا حصہ ترک وتجرید کی مشق میں جو انسان کے کمال کی انتہا ہے۔ نجات کبریٰ کہ جسے مہا مکت کہتے ہیں، اسی پر موقوف ہے۔ اس دین کے قواعد وضوابط میں مکمل نظم ونسق ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ مرتب دین تھا، اوراب منسوخ ہوگیا، اور شرع میں منسوخ شدہ مذاہب میں سوائے یہود ونصاریٰ کے دین کے اور کسی کا ذکر نہیں۔ حالاں کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے مذاہب منسوخ ہوئے اور بہت سے پیدا ہوئے اور ختم بھی۔

جاننا چاہئے کہ آیت مقدسہ (وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ولکل امۃ رسول) اور آیت طیبہ (ولکل امۃ رسول) اور دیگر آیات کریمہ کے مطابق ممالک ہند میں بھی انبیاورسل بھیجے گئے ہیں، اور جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور جو کچھ ان کے آثار باقی ہیں، ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمال و تکمیل کے مرتبے تک پہنچ گئے تھے، اور (اللہ تعالیٰ کی) رحمت عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا تھا۔

مشہور ہے کہ حضور اقدس خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور پوری قوم پر اپنے پیغمبر کی اطاعت و فرماں برداری واجب تھی، نہ کہ دوسری قوم کے پیغمبر کی۔ ہمارے پیغمبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور کے بعد جو تمام انسانوں کے لیے بھیجے گئے ہیں، اور خاتم المرسلین ہیں، اور جن کا مذہب تمام مشرقی و مغربی مذاہب کو ختم کرنے والا ہے، جب تک دنیا باقی ہے، کسی کو ان کی نافرمانی کی مجال نہیں ہے۔ چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے آج تک کہ ایک ہزار ایک سو اسی سال گزرے، جو کوئی ان کا معتقد نہ ہوا، کافر ہے، لیکن اگلے لوگ نہیں۔

اور چوں کہ شریعت اسلامیہ اس آیت مقدسہ (منہم من قصصنا ہم: الآیہ) کے مطابق بہت سے انبیائے کرام کے احوال کے بیان سے خاموش ہے، لہٰذا ان کی شان میں خاموش رہنا بہتر ہے۔ نہ تو ہمیں ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر و ہلاک کا یقین لازم ہے اور نہ ان کی نجات پر یقین کرنا چاہئے۔ اس معاملے میں حسن ظن ضروری ہے، بشرطے کہ تعصب درمیان میں نہ ہو، اور اہل فارس کے حق میں، بلکہ ہر ملک والوں کے حق میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے قبل گزرے ہیں، اور شریعت کی زبان جن کے بارے میں خاموش ہے، یہی عقیدہ رکھنا اچھا ہے، اور بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی کو کافر کہنا آسان نہیں سمجھنا چاہئے۔

اوران لوگوں کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اس عالم کون وفساد میں تصرف رکھتے ہیں، یا بعض کاملوں کی روحیں جن کا جسموں سے ترک تعلق کے بعد بھی اس کائنات میں تصرف باقی ہے، یا بعض ایسے زندہ لوگ جو ان لوگوں کے خیال میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہیں، ان کے بت بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ کے سبب کچھ مدت بعد صاحب صورت سے ربط پیدا کر لیتے ہیں اور اس کی بنیاد پر دنیا و آخرت سے متعلق اپنی حاجتوں کو پوری کرتے ہیں۔

اور یہ عمل ذکر رابطہ سے مشابہت رکھتا ہے جو مسلمان صوفیوں کا طریقہ ہے کہ اپنے پیر کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور اس سے فیض اٹھاتے ہیں، بس اتنا فرق ہے کہ مسلمان پیر کا بت نہیں تراشتے، لیکن یہ بات کفار عرب کے عقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی، کیوں کہ وہ تو بتوں کو اپنی ذات سے مؤثر و متصرف سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے تصرف کا آلہ نہیں سمجھتے تھے ،اوران کو زمین کا خدا جانتے تھے، اور خدا کو آسمان کا۔ یہ الوہیت میں شرک ہے۔

اوران ہنود کا سجدہ کرنا سجدۂ تحیت ہے۔ سجدۂ عبودیت نہیں۔ جو ان لوگوں کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور استاد وغیرہ کو بھی سلام کی جگہ کرتے ہیں، اور تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا: والسلام

مکتوب چہاردہم کا شرعی تجزیہ

شرعی اصول وضوابط کی روشنی میں کسی قول پر تبصرہ کے لیے لازم ہے کہ اس قول کی روایت باللفظ ہو، جب کہ یہاں روایت بالمعنی یا حذف واضافہ کی صورت موجود ہے۔

مقامات مظہری اور کلمات طیبات کی عبارتیں یکساں نہیں۔ ایسی صورت میں یہ متعین نہیں ہو پاتا ہے کہ مکتوب مظہری کی اصل عبارت کس کتاب میں ہے اور روایت بالمعنی یا حذف واضافہ اور تغیر وتبدل کس کتاب میں ہے، تاہم ضروری تبصرہ مرقومہ ذیل ہے۔

حضرت مرزا مظہر قدس سرہ العزیز نے مذکورہ مکتوب میں ہندودھرم سے متعلق اپنا نظریہ بھی بیان فرمایا ہے اورقوم ہنود کی کتابوں سے جو ظاہر ہوا، وہ بھی بیان فرمایا ہے۔قوم ہنود کی کتابوں سے جونقل فرمایا، وہ محض نقل ہے۔صاحب مکتوب کا وہ نظریہ نہیں۔

(1) ہند میں کسی نبی کی آمد سے سکوت

حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا کہ بھارت میں کسی کے نبی ہونے سے متعلق کف لسان کیا جائے، کیوں کہ شریعت اسلامیہ میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بیان وارد نہیں ہوا ہے۔

حضرت مرزا مظہر قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''وچوں شرع بحکم آیہ کریمہ(منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک)از بیان احوال اکثر انبیا ساکت است، درشان انبیائے ہند سکوت اولیٰ است''۔(مقامات مظہری وکلمات طیبات:مکتوب چہاردہم)

ترجمہ:اور چوں کہ شریعت اسلامیہ اس آیت مقدسہ(منہم من قصصنا ہم :الآیہ) کے مطابق بہت سے انبیائے کرام کے احوال کے بیان سے خاموش ہے،لہٰذا انبیائے ہند کی شان میں خاموش رہنا بہتر ہے۔

(2) متقدمین ہنود کی نجات سے سکوت

حضرت مرزا مظہر قدس سرہ العزیز نے بعثت نبوی کے بعد کے ہنود کو کافر قرار دیا ہے۔بعثت نبوی سے قبل والوں کے بارے میں محض اپنے حسن ظن کی بنیاد پر سکوت اختیار کیا ۔ایسا نہیں کہ انہیں نجات یافتہ قرار دیا۔سکوت کا سبب یہ ہے کہ ہنود کی قدیم کتابوں سے انہیں ظاہر ہوا کہ ہندودھرم بھی کوئی آسمانی دھرم ہے،لیکن شریعت اسلامیہ میں ایسی کوئی صراحت موجود نہیں،لہٰذا آپ نے سکوت اختیار کیا،کیوں کہ آپ کی نظر میں ہنود کی کتابوں سے ہندودھرم کا آسمانی مذہب ہونا ظاہر ہوا،گرچہ ان کی کتابوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا،لیکن

ایک شبہہ پیدا ہوگیا۔یہی شبہہ سکوت کا سبب بن گیا۔اگر اسلامی شریعت صراحت کر دیتی کہ ہندودھرم غیرآسمانی مذہب ہے،اس کے بعد کوئی سکوت کرتا تو اس پر شرعی حکم وارد ہوتا۔

حضرت مرزا مظہر شہید علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:''پس از آغاز بعثت اوتا امروز کہ ہزار وصد وہشتاد سال است، ہر کہ باوے نگرویدہ، کافر است، نہ پیشینیاں، وچوں شرع بحکم آیہ کریمہ (منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک)از بیان احوال اکثر انبیا ساکت است، درشان انبیائے ہند سکوت اولیٰ است۔

نہ مارا جزم بکفر وہلاک اتباع آنہا لازم است، ونہ یقین بہ نجات آنہا بر ما واجب است، ومادۂ حسن ظن متحقق است بشرط آں کہ تعصب درمیان نباشد، ودرحق اہل فارس، بلکہ اہل ہر مملکت کہ پیش از ظہور خاتم الرسل گزشتہ اند، ولسان شرع از احوال آنہا ساکت است ،واحکام وآثار آنہا مناسب وموافق مسلک اعتدال ست،ہمیں عقیدہ اولیٰ است وکافر گفتن کسے رابے دلیل قطعی آسان نباید دانست''۔

ترجمہ: چناں چہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے آج تک کہ ایک ہزار ایک سواسی سال گزرے، جوکوئی ان کا معتقد نہ ہوا، کافر ہے،لیکن اگلے لوگ نہیں۔

اور چوں کہ شریعت اسلامیہ اس آیت مقدسہ (منہم من قصصنا ہم :الآیہ) کے مطابق بہت سے انبیائے کرام کے احوال کے بیان سے خاموش ہے،لہٰذا ان کی شان میں خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔نہ تو ہمیں ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر وہلاک کا یقین لازم ہے اور نہ ان کی نجات پر یقین کرنا چاہئے۔اس معاملے میں حسن ظن ضروری ہے، بشرطے کہ تعصب درمیان میں نہ ہو،اور اہل فارس کے حق میں، بلکہ ہر ملک والوں کے حق میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے قبل گزرے ہیں،اور شریعت کی زبان جن کے بارے میں خاموش ہے، یہی عقیدہ رکھنا اچھا ہے،اور بغیر کسی قطعی دلیل کے کسی کو کافر کہنا آسان نہیں

سمجھنا چاہئے۔

چوں کہ ویدک دھرم میں نبی ورسول کی بعثت کو محال بتایا گیا ہے، پس اگر ہند میں حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آمد بھی ہوئی ہوگی تو بھی یہ لوگ انہیں تسلیم نہیں کیے ہوں گے، اور کسی نبی کی دعوت کو قبول کیے بغیر کوئی شخص ان کا امتی نہیں ہوسکتا۔

(3) ہندو دھرم میں تناسخ کا عقیدہ

مکتوب کے اخیر میں تناسخ کے عقیدہ کو غیر کفری عقیدہ کہا گیا ہے، حالاں کہ تناسخ کا جو عقیدہ قوم ہنود بیان کرتی ہے، اس کا اعتقاد رکھنا کفر ہی ہے۔

مکتوب چہاردہم کے اخیر میں مرقوم ہے: ''واعتقاد تناسخ مستلزم کفر نیست''۔

ترجمہ: تناسخ کا عقیدہ رکھنا مستلزم کفر نہیں ہے۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''یہ خیال کہ وہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے، خواہ آدمی کا بدن ہو یا کسی اور جانور کا، جس کو تناسخ اور آ گون کہتے ہیں، محض باطل اور اس کا ماننا کفر ہے''۔ (بہار شریعت: حصہ اول: ص103-مکتبۃ المدینہ)

ہندو دھرم کی مذہبی کتاب ''وید'' میں تناسخ (آ واگون) کا ذکر ہے، لیکن اس کی تشریح مرقوم نہیں۔ بس اتنا ذکر ملتا ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر نئے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور یوں اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ رگ وید میں جنت وجہنم کا ذکر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اچھے کام کرنے والے جنت میں اور برے کام کرنے والے جہنم میں جاتے ہیں۔

وید کے بعد اپنشد اور بھگوت گیتا وغیرہ میں تناسخ کی یہ تشریح کی گئی کہ اگر انسان اچھے اعمال کرتا ہے تو اس کی روح اگلے جنم میں اچھے جسم میں منتقل کردی جاتی ہے اور برے اعمال کرتا ہے تو اس کی روح برے جسم میں منتقل کردی جاتی ہے اور پھر اسی دنیا میں وہ روح مختلف جسموں میں چکر لگاتی رہتی ہے، اور انجام کار اسے مکتی یعنی نجات حاصل ہوتی ہے۔

اپنشد میں ہے: ''جس طرح تتلی ایک پھول سے رس حاصل کرکے دوسرے پھول کا رخ کرتی ہے، بالکل اسی طرح روح اپنے جسم سے نکل کر ایک نئے جنم میں وجود پذیر ہوتی ہے''۔(اپنشد: حصہ چہارم)

بھگوت گیتا میں ہے کہ انسان مرنے کے بعد پھر جنم لیتا ہے،اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔موت کے بعد اس کا عمل نامہ موت کے دیوتا ''یم'' کے سامنے پیش ہوتا ہے۔وہ اسے جانچتا ہے اور روح کو صفائی پیش کرنے کا موقع دیتا ہے، پھر اس کے غلط عمل کے سبب ایک مدت کے لیے نرک یعنی جہنم میں بھیج دیتا ہے۔جہنم کی میعاد ختم ہونے کے بعد اسے دوبارہ جنم لینے کے لیے بھیج دیتا ہے،اور دنیا میں جنم کا سلسلہ جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ انسان اچھے اعمال کرکے مکتی پالیتا ہے۔

وید کے علاوہ ہندودھرم کی کتابوں میں تناسخ کا جو مفہوم بتایا گیا ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کی روح کسی جسم میں منتقل ہوکر اسی دنیا میں آجاتی ہے،تاکہ وہ اچھے اعمال کرکے نجات اور مکتی حاصل کرے۔یہ نظریہ قرآن مقدس کے بالکل برخلاف ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(**حتی اذا جاء احدهم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت کلا انها کلمة هو قائلها ومن ورائهم برزخ الی یوم یبعثون**)(سورہ مومنون: آیت 99-100)

حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا کہ ہندودھرم کے متاخرین نے ہندودھرم میں جو حذف واضافہ کیا ہے،وہ ناقابل اعتبار ہے۔

''وآں چہ متأخرین ایشاں تصرفات کردہ اند،از اعتبار ساقط است''۔

ترجمہ:،اور جو کچھ ان کے متاخرین نے تصرفات کیے ہیں،وہ قابل اعتبار نہیں۔

منقولہ بالا جملہ سے واضح ہوگیا کہ حضرت مرزا مظہر دہلوی ہندو مذہب کے حقائق کو

اس کی بنیادی کتابوں کے اعتبار سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ بعد کے ہندؤں نے ہندودھرم میں جو کچھ الحاقات کیے ہیں، ان کو حضرت مظہر دہلوی نا قابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔

وید میں بیان کردہ تناسخ کا ایسا معنی بیان کیا جا سکتا ہے جو اسلامی عقیدہ کے خلاف نہ ہو۔ وید میں تناسخ کا معنی ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر نئے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور یوں اپنا سفر جاری رکھتی ہے۔ شریعت اسلامیہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے علاوہ دیگر عام لوگوں کا جسم سڑ گل کر فنا ہو جاتا ہے، لیکن جسم کے اصلی اجزا باقی رہتے ہیں۔ میدان حشر میں جب بندوں کو جمع کیا جائے گا تو انہی اجزائے اصلیہ پر جسم کی ترتیب ثانی ہوگی۔ ترتیب ثانی سے میری مراد یہ ہے کہ جسم کے اجزا جو منتشر ہو چکے ہوں گے اور خاک یا راکھ ہو چکے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان تمام اجزا کو پہلی ہیئت پر لا کر اس جسم کی ترتیب ثانی فرمائے گا۔

اجزائے اصلیہ کے اعتبار سے یہ نیا جسم نہیں، لیکن ترتیب ثانی کے اعتبار سے اس کو نیا جسم کہا جائے تو شرعی قباحت نہیں۔ احادیث طیبہ میں وارد ہوا کہ جہنمیوں کے دانت احد پہاڑی کے برابر ہوں گے۔ جنتیوں کے جسم حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قد برابر ہوں گے، یعنی اجزا کی مقدار میں تغیر وتبدل ہوگا جیسے بچپن، جوانی اور بڑھاپے میں تبدیلی ہوتی ہے۔

صدرالشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

''عقیدہ: دنیا میں جو روح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی، اس روح کا حشر اسی جسم میں ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ روح متعلق کر دی جائے۔

عقیدہ: جسم کے اجزا اگر چہ مرنے کے بعد متفرق ہو گئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہو گئے ہوں، مگر اللہ تعالیٰ ان سب اجزا کو جمع فرما کر قیامت کے دن اٹھائے گا''۔

(بہار شریعت: حصہ اول: ص130 - مدینۃ العلمیہ)

علامہ قاضی شمس العلما جون پوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''بدن اگر چہ گل

جائے، جل جائے، خاک میں مل جائے، مگراس کے اصلی اجزا قیامت تک باقی رہیں گے۔ انہیں پر عذاب وثواب ہوگا اور انہیں پر قیامت کے دن پھر بدن بن کر تیار ہوگا۔ یہ اجزا ریڑھ کی ہڈی میں کچھ ایسے باریک بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں جو کسی خوردبین سے بھی نہیں دیکھے جاسکتے۔ نہ انہیں آگ جلاسکتی ہے، نہ زمین گلاسکتی ہے۔ یہی بدن کے بیج ہیں۔

انہیں اجزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ بدن کے اور حصوں کو جمع کردے گا جو راکھ یا مٹی ہوکر ادھر ادھر پھیل گئے اور پھر وہی پہلا جسم بن جائے گا اور روح اسی جسم میں آکر قیامت کے میدان میں آئے گی۔ اسی کا نام حشر ہے۔

اب اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قیامت کے دن روحیں اپنے پہلے ہی بدن میں لوٹائی جائیں گی، نہ کہ دوسرے میں، کیوں کہ اصل اجزا کا باقی رہنا اور زائد میں تغیر وتبدل ہونا چیز کو بدل نہیں دیتا، بلکہ اس قسم کی تبدیلیوں کے بعد بھی وہ پہلی چیز وہی رہتی ہے۔

دیکھو! جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کتنا بڑا ہوتا ہے اور کیسا ہوتا ہے اور جوان ہونے تک اس میں کتنی تبدیلیاں ہوتی ہیں، مگر ہر زمانہ اور ہر حال میں رہتا وہی ہے، دوسرا نہیں ہوجاتا۔ وہ خود بھی یقین رکھتا ہے کہ دس پانچ برس پہلے بھی میں میں ہی تھا اور اب بھی میں، اور یہ ہمیشہ اور ہر عمر میں ہر شخص سمجھتا ہے، اپنے لیے بھی اور دوسروں کے لیے بھی"۔

(قانون شریعت: ص29-30-شبیر برادرز لاہور)

اگر کوئی حشر کے دن جسم کی ترتیب ثانی کو تناسخ کہے تو اس پر شرعاً اعتراض نہیں، کیوں کہ اس نے اسلامی مفہوم ہی مراد لیا ہے، گرچہ اس کو نیا نام دیا ہے۔ یہ لفظی اختلاف ہوگا۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا: ((والبعث) وھو ان یبعث اللہ تعالی الموتٰی من القبور بان یجمع اجزائھم الاصلیة-ویعید الارواح الیھا (حق) لقولہ تعالٰی: "ثم انکم یوم القیمة تبعثون"-وقولہ تعالٰی: "قل یحییھا الذی انشأھا اول

مرۃ“الی غیر ذلک من النصوص القاطعۃ الناطقۃ بحشر الاجساد.

وانکرہ الفلاسفۃ بناء علی امتناع اعادۃ المعدوم بعینہ–وھو مع انہ لا دلیل لھم علیہ یعتد بہ،غیر مضر بالمقصود–لان مرادنا ان اللّٰہ تعالی یجمع الاجزاء الاصلیۃ للانسان ویعید روحہ الیہ–سواء سمی ذلک اعادۃ المعدوم بعینہ اولم یسم.

وبھذا یسقط ما قالوا:انہ لو اکل انسان انسانا بحیث صار جزءً منہ فتلک الاجزاء اما ان تعاد فیھما وھو محال–او فی احدھما فلا یکون الاٰخر معادًا بجمیع اجزائہ–وذلک الان المعاد انما ھو الاجزاء الاصلیۃ الباقیۃ من اول العمر الی آخرہ–والاجزاء المأکولۃ فضلۃ فی الاٰکل،لا اصلیۃ.

فان قیل:ھذا قول بالتناسخ لان البدن الثانی لیس ھو الاول لما ورد فی الحدیث من ان اھل الجنۃ جرد مرد–وان الجھنمی ضرسہ مثل احد–ومن ھھنا قال من قال:ما من مذھب الا وللتناسخ فیہ قدم راسخ.

قلنا:انما یلزم التناسخ لو لم یکن البدن الثانی مخلوقًا من الاجزاء الاصلیۃ للبدن الاول–وان سمی مثل ذلک تناسخا،کان نزاعًا فی مجرد الاسم–ولا دلیل علی استحالۃ اعادۃ الروح الی مثل ھذا البدن–بل الادلۃ قائمۃ علٰی حقیتہ–سواء سمی تناسخا ام لا)

(شرح عقائد نسفی:ص112-113-مجلس برکات مبارک پور)

چوں کہ وید میں یہ تشریح نہیں ہے کہ روح کسی دوسرے جسم میں منتقل ہوکراسی دنیا میں واپس آتی ہے،لہٰذا وید میں بیان کردہ عقیدہ کواس مفہوم پرمحمول کیا جاسکتا ہے کہ بروز حشر جسم کی ترتیب ثانی کے بعداسی جسم میں روح منتقل کی جائے گی ۔اس طرح یہ مفہوم

اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں ہوگا۔اسی مفہوم کو درج ذیل عبارت میں بیان کیا گیا ہے:

(وان سمی مثل ذلک تناسخا، کان نزاعًا فی مجرد الاسم)

ترجمہ: اور اگر اس صورت کا نام تناسخ رکھا جائے تو صرف نام میں اختلاف ہوگا۔

کیا ہندو دھرم آسمانی مذہب ہے؟

بھارت میں آباد آرین قوم حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام کی جلوہ گری سے ڈیڑھ ہزار سال قبل وسط ایشیا سے بھارت آئی۔ رفتہ رفتہ یہاں کی حکومتوں پر قابض ہوگئی۔ گرچہ ویدک دھرم کے آغاز وابتدا سے متعلق تاریخ خاموش ہے، لیکن اتنا ذکر آتا ہے کہ یہ لوگ ورود ہند سے قبل بھی مظاہر پرستی اور کائنات پرستی میں مبتلا تھے۔ بھارت میں آباد قدیم بھارتی قوم ''دراوڑ'' بت پرست قوم تھی۔ دونوں قوموں کے مذاہب میں فرق تھا۔ بھارت کی اصل قوم کو مول نواسی کہا جاتا ہے۔ایس سی، ایس ٹی، اور بیک ورڈ کلاس مول نواسی ہیں۔

آرین قوم تین طبقات میں منقسم ہے۔ برہمن (پنڈت)، راجپوت (چھتری)، ویش (بنیا)۔آرین قوم نے بھارت کی حکومتوں پر قبضہ کے بعد یہاں کے اصل باشندوں کو شودر قرار دیا۔شودر سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔اس کا معنی خدمت گار اور غلام ہے۔

ہندو دھرم سے متعلق چند اہم باتیں درج ذیل ہیں۔

(1) آریہ قوم وسط ایشیا سے 1500 قبل مسیح افغانستان وپنجاب آئی، پھر رفتہ رفتہ بھارت کے دیگر علاقوں میں پھیل گئی۔ پندرہویں صدی قبل مسیح سے چوتھی صدی قبل مسیح تک جو مذہبی سرمایہ تحریر میں آیا، اسی کو وید کہا جاتا ہے۔رشیوں، منیوں کے سینوں میں جو مذہبی ذخیرے موجود تھے، ان کو تحریری شکل دی گئی۔ انہی تحریروں کا مجموعہ وید ہے۔اس طرح گیارہ سو سالوں میں وید مکمل ہوئی۔ جب آرین قوم بھارت آئی تو اس کے مذہبی رہنماؤں نے ''وید'' لکھی۔ یہ کوئی الہامی کتاب نہیں، بلکہ انسانوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔

آریہ دھرم کو ویدک دھرم، سناتن دھرم اور ہندو دھرم بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مذہب کسی پیغمبر و نبی کی طرف منسوب بھی نہیں۔ ایسی صورت میں اس کو آسمانی مذہب نہیں کہا جاسکتا۔ آسمانی مذہب وہی ہوگا جو کسی پیغمبر کی طرف منسوب ہو۔ آریہ دھرم کی اصل تعلیمات وہی ہیں جو وید میں مرقوم ہیں اور وید میں سورج، آگ، گائے وغیرہ کو بھی معبود مانا گیا ہے۔

(2) یہ لوگ نبی و رسول کی جگہ اوتار کے قائل ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے، لہٰذا یہ لوگ اوتار کی بھی پوجا کرتے ہیں، کیوں کہ وہ خدا ہی کی ایک شکل ہے۔ ویدک دھرم میں پرشورام کو چھٹا اوتار، رام کو ساتواں اوتار، کرشن کو آٹھواں اوتار، گوتم بدھ کو نواں اوتار اور کلکی اوتار کو دسواں اور آخری اوتار مانا جاتا ہے۔ ہندو دھرم میں نبی و رسول کی بعثت محال ہے۔ ایسی صورت میں ہندو دھرم کسی نبی و رسول کو کیسے مان سکتا ہے۔

(3) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ویدک دھرم میں وید کی تصنیف سے قبل ہی تثلیثی توحید پائی جاتی ہے۔ اس دھرم میں برہما، شیو اور وشنو کے مجموعہ کو خدا کہا جاتا تھا، جیسے نصاریٰ اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام او روح القدس کے مجموعہ کو خدا مانتے ہیں۔ ایسی توحید ماننے والے مشرک ہوں گے، نہ کہ موحد۔ ان لوگوں کے عقیدہ کے مطابق برہما تخلیق کرنے والا (خالق)، وشنو پالنے والا (رب) اور شیو موت دینے والا ہے۔ ویدک دھرم میں یہ تینوں مل کر ایک خدا ہیں۔ اس مجموعہ کو تری مورتی کہا جاتا ہے۔

ہندو دھرم اور حضرت مرزا مظہر دہلوی

حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندو دھرم کی کتابوں کی روشنی میں ہندو دھرم کا تجزیہ پیش کیا۔ یہ نقل ہے۔ یہ ان کا نظریہ نہیں۔ انہوں نے اپنا نظریہ یہی بیان فرمایا کہ بھارت میں کسی نبی کی آمد سے متعلق سکوت کیا جائے۔ آپ نے ہندو دھرم کو آسمانی مذہب قرار نہیں دیا، بلکہ قوم ہنود کی کتابوں سے جو انہیں ظاہر ہوا، وہ نقل فرمایا۔ بت پرستی کی

توجیہ بھی ہنود کی کتابوں سے ماخوذ ہوگی۔سجدۂ اوثان کی تاویل بھی ہندو دھرم کے رسوم کے مطابق کی گئی ہے۔اس مختصر مکتوب میں کئی بار آپ نے ان کی کتابوں کا ذکر فرمایا:

مکتوب کے شروع میں ہے:''بدانند آنچہ از کتب قدیمہ اہل ہند معلوم می شود''۔

ترجمہ: جان لیں کہ جو کچھ اہل ہند کی قدیم کتابوں سے معلوم ہوتا ہے۔

درمیان میں ہے:''وکتاب خانہ ہا تا امروز موجود''۔

ترجمہ:ان کے کتب خانے آج تک موجود ہیں۔

''وباید دانست کہ بحکم آیہ کریمہ (وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر)وکریمہ (ولکل امۃ رسول)وآیات دیگر در ممالک ہند نیز بعثت انبیا ورسل واقع شدہ است ،واحوال آنہا در کتب اینہا مضبوط است ،واز آثار آنہا کہ باقی است ،ظاہر می شود کہ مرتبہ کمال وتکمیل داشتہ اند ورحمت عامہ رعایت مصالح عباد درادریں مملکت وسیع فرونگذاشتہ''۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ آیت مقدسہ (وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ولکل امۃ رسول)اور آیت طیبہ (ولکل امۃ رسول)اور دیگر آیات کریمہ کے مطابق ممالک ہند میں بھی انبیا ورسل بھیجے گئے ہیں ،اور جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ،اور جو کچھ ان کے آثار باقی ہیں ،ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمال وتکمیل کے مرتبے تک پہنچ گئے تھے،اور (اللہ تعالیٰ کی)رحمت عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا تھا۔

متاخر ہندو پنڈتوں نے ہندو دھرم میں جو تبدیلیاں کی ہیں،ان کو آپ نے نا قابل اعتبار قرار دیا،کیوں کہ وہ وید کے مطابق نہیں، بلکہ ویدک تعلیمات کے خلاف ہیں۔

''وآں چہ متأخرین ایشاں تصرفات کردہ اند،از اعتبار ساقط است''۔

ترجمہ:،اور جو کچھ ان کے متاخرین نے تصرفات کیے ہیں، وہ قابل اعتبار نہیں۔

مکتوب چہاردہم کی چند عبارتوں کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

(1) کیا وید الہامی کتاب ہے؟

حضرت مرزا مظہر دہلوی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''بدانند آنچہ از کتب قدیمہ اہل ہند معلوم می شود، ایں ست کہ رحمت الٰہیہ دروقت آغاز پیدائش نوع انسانی برائے اصلاح معاش ومعادشاں کتابے مسمی بہ بید کہ چہار دفتر دارد، مشتمل براحکام امرونہی واخبار ماضی ومستقبل بتوسط ملکے برہمانام کہ آلہ وجارحہ ایجاد عالم است، فرستاد''۔(کلمات طیبات)

ترجمہ: جان لیں کہ اہل ہند کی پرانی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوا، وہ یہ ہے کہ نوع انسانی کی پیدائش کے آغاز میں رحمت الٰہی نے ان لوگوں کی دنیا وآخرت کی اصلاح کے لیے ''وید'' نامی کتاب برہمانامی فرشتے کے ذریعہ بھیجی تھی جو ایجاد عالم کے لیے واسطہ اور وسیلہ ہے۔ یہ کتاب چار دفتر رکھتی ہے، اور امرونہی کے احکام اور ماضی ومستقبل کی خبروں پر مشتمل ہے۔

ہندودھرم میں برہما کو خدا مانا جاتا ہے۔بعض لوگوں نے اسے اوتار مانا ہے، حالاں کہ یہ غلط ہے۔ ہندودھرم میں صرف وشنو کے دس اوتار ہیں۔ ان میں برہما نہیں۔منقولہ مکتوب میں اسے فرشتہ بتایا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی نبی ورسول کو کتاب دی جاتی ہے اور ہندودھرم میں کسی نبی ورسول کی بعثت محال ہے، پھر فرشتہ نے وید کس کو دیا؟

منقولہ بالا عبارت میں صراحت ہے کہ قوم ہنود کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وید الہامی کتاب ہے۔حضرت مرزا مظہر دہلوی قدس سرہ العزیز کا یہ نظریہ نہیں، بلکہ قوم ہنود کے نظریہ کی نقل ہے۔شریعت اسلامیہ میں آسمانی کتابوں کی صراحت موجود ہے کہ وہ چار ہیں، توریت، زبور، انجیل وقرآن۔ان کے علاوہ سو صحیفوں کا ذکر آتا ہے۔

پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر نازل ہوئے، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام کو عطا ہوئے (آپ کو اخنوخ کہا جاتا ہے) اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت سے قبل دس صحیفے عطا فرمائے گئے۔بعض

روایتوں میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دس صحیفے عطا ہوئے۔اس روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت سے قبل دس صحیفے عطا ہونے کا ذکر نہیں۔روایتوں میں اختلاف ہے،اسی لیے بتایا گیا کہ تعداد متعین نہ کی جائے ،کیوں کہ ان روایتوں کی سند قوی نہیں۔

حضرت ابوذرغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:(**قلت:یا رسول اللّٰہ ! کم کتابا أنزله اللّٰه؟قال:مئة كتاب وأربعة كتب أنزل على شيث خمسون صحيفة وأنزل على أخنوخ ثلاثون صحيفة وأنزل علىٰ إبراهيم عشر صحائف وأنزل علىٰ موسى قبل التوراة عشر صحائف وأنزل التوراة والإنجيل والزبور والقرآن**)(صحیح ابن حبان: جلد دوم:ص76-حلیۃ الاولیا: جلد اول:ص 167-موارد الظمآن للہیثمی : جلد اول:53-مکتبہ شاملہ)

ملاعلی قاری حنفی نے (آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ:الخ) کی تشریح میں رقم فرمایا:

(وكتبه)اى المنزلة من عنده كالتوراة والانجيل والزبور والفرقان وغيرها من غير تعيين فى عددها)

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص55-دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

ترجمہ:(میں ایمان لایا اللہ کی کتابوں پر)یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ کتابوں جیسے توریت،انجیل،زبور اور قرآن پر اوران کے علاوہ پر ان کی تعداد متعین کیے بغیر۔

شرح عقائد کے حاشیہ میں ہے:(**ذكر ابو معين النسفى فى عقائده:نزل علىٰ شيث بن آدم خمسون صحيفة–وعلىٰ ادريس ثلثون–وعلىٰ ابراهيم عشر–وعلىٰ موسى قبل غرق فرعون عشر ثم انزل عليه التوراة وعلىٰ عيسى انجيل وعلىٰ داؤد الزبور وعلىٰ نبينا صلى اللّٰه عليه وسلم القرآن.**

وذكر بعضهم علىٰ آدم عشر بدل عشر موسىٰ،وقال وهب بن منبه:

علیٰ ابراهیم عشرین،ولم یذکر عشر موسیٰ-وعدد الکتب علی الروایات مأة واربع،لکن الافضل ان لا یحصر العدد کما فی الانبیاء-لان هذه الروایات لیس لها سند قوی) (شرح عقائد نسفی:ص142-مجلس برکات مبارک پور)

جب وید کے بارے میں قرآن وحدیث میں کچھ وارد ہی نہیں تو اسے الہامی کتاب کیسے مانا جائے۔قوم ہنود کہتی ہے کہ یہ الہامی کتاب ہے۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی نبی ورسول پر ہی کتاب نازل ہوسکتی ہے اورقوم ہنود بعثت نبی کے ہی منکر ہیں، پھراللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی کتاب کیسے انہیں مل سکتی ہے۔ بالفرض کوئی نبی ان کے درمیان مبعوث بھی ہوں توان کو یہ لوگ نہیں مانیں گے، کیوں کہ یہ لوگ بعثت نبی کو محال مانتے ہیں۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:((وفی ارسال الرسل حکمة)ای مصلحة وعاقبة حمیدة-وفی هذا اشارة الیٰ ان الارسال واجب لا بمعنی الوجوب علی اللّٰہ تعالیٰ،بل بمعنی ان قضیة الحکمة تقتضیه لما فیه من الحکم و المصالح-ولیس بممتنع کما زعمت السمنیة والبراهمة)

(شرح عقائد نسفیہ:135-مجلس برکات مبارک پور)

میر سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا:(الطائفة(الثالثة:من قال فی العقل مندوحة عن البعثة)اذ هو کاف فی معرفة التکالیف فلا فائدة فیها(وهم البراهمة والصابئة والتناسخیة-غیر ان من البراهمة من قال بنبوة آدم فقط ومنهم من قال بنبوة ابراهیم فقط-ومن الصابئة من قال بنبوة شیث وادریس فقط) (شرح مواقف: جلد ہشتم:ص258-دارالکتب العلمیہ بیروت)

سومناتھ مندر ہندو دھرم کا بہت بڑا مذہبی مرکز تھا۔اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے قوم ہنود کو سمنیہ کہا جاتا ہے۔ برہمن کی طرف نسبت کرتے ہوئے قوم ہنود کو براہمہ بھی کہا

جا تا ہے۔ ہنود بعثت نبی کے منکر ہیں ۔بعض ہندو صرف حضرت آ دم علیہ السلام کو نبی مانتے تھے اور بعض صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبی مانتے تھے،لیکن مجموعی طور پر قوم ہنود نبی ورسول کی بعثت کے قائل نہیں تھے، بلکہ بعثت کو محال جانتے تھے۔ جب یہ لوگ بعثت نبی کے قائل نہیں تو بالفرض اگر ان کے درمیان کوئی نبی آئے بھی ہوں گے تو ان کی بات قبول نہ کیے ہوں گے ۔حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشف سے بھی بھارت میں انبیائے کرام کی آمد کا پتہ چلتا ہے،لیکن کسی نبی کے پیروکار تین لوگ سے زائد نہ ہوئے۔

(2) بھارت میں انبیائے کرام کی آمد

''وباید دانست کہ بحکم آیہ کریمہ (وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر) وکریمہ (ولکل امۃ رسول) وآیات دیگر در ممالک ہند نیز بعثت انبیا ورسل واقع شدہ است ،واحوال آنہا در کتب اینہا مضبوط است، واز آثار آنہا کہ باقی است، ظاہر می شود کہ مرتبہ کمال وتکمیل داشتہ اند ورحمت عامہ رعایت مصالح عباد را دریں مملکت وسیع فرونگذاشتہ ومشہور است کہ پیش از بعثت خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہر قومے پیغمبرے مبعوث شدہ واطاعت وانقیاد ہماں پیغمبر براں قوم واجب بودہ، نہ اتباع پیغمبر قوم دیگر''۔(کلمات طیبات)

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ آیت مقدسہ (وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر ولکل امۃ رسول) اور آیت طیبہ (ولکل امۃ رسول) اور دیگر آیات کریمہ کے مطابق ممالک ہند میں بھی انبیا ورسل بھیجے گئے ہیں ،اور جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں ،اور جو کچھ ان کے آثار باقی ہیں، ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمال وتکمیل کے مرتبے تک پہنچ گئے تھے،اور (اللہ تعالیٰ کی) رحمت عامہ نے اس وسیع مملکت کے انسانی معاملات کو فراموش نہیں کیا تھا۔مشہور ہے کہ حضور اقدس خاتم الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے تھے،اور پوری قوم پر اپنے پیغمبر کی اطاعت وفرماں برداری

واجب تھی، نہ کہ دوسری قوم کے پیغمبر کی۔

قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ ضرور اظہار خیال فرمایا کہ جب ہر قوم کی ہدایت کے لیے نبی ورسول کی بعثت ہوئی تو بھارت میں بھی نبی ورسول بھیجے گئے ہوں گے، لیکن آپ نے کسی کا نام نہیں لیا کہ فلاں کے نبی ہونے کی امید ہے، بلکہ آپ نے فرمایا کہ اس بارے میں سکوت اختیار کرنا بہتر ہے۔

قوم ہنود اپنے متقدمین کے بارے میں ایسے کمالات بیان کرتی ہے جو بظاہر حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی کرامتوں کے مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ ایسے ہی امور کے سبب حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا کہ جن کے احوال ان کی کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور جو کچھ ان کے آثار باقی ہیں، ان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمال وتکمیل کے مرتبے تک پہنچ گئے تھے۔ کتب ہنود کی روشنی میں یہ بیان کیا گیا، لیکن محققین ومؤرخین نے بتایا کہ راماین ومہابھارت وغیرہ تاریخی روایات نہیں، بلکہ افسانوی کہانیاں ہیں۔ ان میں جن کرداروں اور شخصیات کا ذکر ہے، وہ فرضی ہیں۔ حقائق سے ان امور کا کچھ تعلق نہیں، نہ ہی تاریخی روایات سے ان امور کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

جہاں تک بھارت میں پیغمبروں کی بعثت کی بات ہے تو سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شری لنکا میں سراندیپ پہاڑی پر اتارا گیا تھا۔ عہد ماضی میں شری لنکا بھارت ہی کا حصہ تھا، پس بھارت میں نبی کی آمد ثابت ہے۔ حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار اجودھیا میں بتایا جاتا ہے۔ سرہند (پنجاب) سے بیس کیلومیٹر دور پنڈ براس نامی گاؤں میں نو انبیائے کرام کی قبریں بتائی جاتی ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم

ویدوں میں اسی قسم کے بعض احوال مرقوم ہیں جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آئے۔ صحیح طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ویدوں میں کن کے واقعات

درج ہیں۔مماثل واقعات سے قیاس آرائی کی جاتی ہے کہ یہ فلاں نبی کا واقعہ ہے۔کلکی اوتار کے اوصاف وکمالات درج ہیں جو ہندو عقیدہ کے مطابق سب سے آخری اوتار ہیں۔لوگ بتاتے ہیں کہ کلکی اوتار سے ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم

(3) بت پرستی کی حقیقت کیا ہے؟

مکتوب چہاردہم میں مرقوم ہے: ''وحقیقت بت پرستی اینہا آنست کہ بعض ملائکہ کہ بامر الٰہی درعالم کون وفساد تصرفے دارند یا بعض ارواح کاملان کہ بعد ترک تعلق اجساد آنہا را درین نشأ تصرفے باقی است ، یا بعض افراد احیا کہ بزعم اینہا مثل حضرت خضر علیہ السلام زندہ جاوید اند، صور آنہا ساختہ متوجہ بآں می شوند ، وبسبب ایں توجہ بعد مدتے مناسبتے بصاحب آں صورت بہم می رسانند۔

وبنا برآں مناسبت حوائج معاشی ومعادی خود را وا می سازند وایں عمل مشابہتے بذکر رابطہ دارد کہ معمول صوفیہ اسلامیہ است کہ صورت پیر را تصور می کنند وفیضہا برمی دارند۔این قدر فرق است کہ درظاہر صورت شیخ نمی تراشند وایں معنی مناسبتے بعقیدہ کفار عرب ندارد کہ آنہا بتاں را متصرف ومؤثر بالذات می گفتند ، نہ آلہ تصرف الٰہی ، واینہا را خدائے زمین می دانند وخدائے تعالیٰ را خدائے آسمان واین شرک است درالوہیت ۔وسجدہ اینہا سجدۂ تحیت است ، نہ سجدۂ عبودیت کہ درآئین اینہا بمادر وپدر وپیر واستاد بجائے سلام ہمیں سجدہ مرسوم ومعمول است کہ آن راڈنڈوت می گویند''۔(کلمات طیبات)

ترجمہ: اوران لوگوں کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو اللہ کے حکم سے اس عالم کون وفساد میں تصرف رکھتے ہیں، یا بعض کاملوں کی روحیں جن کا جسموں سے ترک تعلق کے بعد بھی اس کائنات میں تصرف باقی ہے، یا بعض ایسے زندہ لوگ جو ان لوگوں کے خیال میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہیں، ان کے بت بنا کر ان کی طرف

متوجہ ہوتے ہیں اوراس توجہ کے سبب کچھ مدت بعد صاحب صورت سے ربط پیدا کر لیتے ہیں اوراس کی بنیاد پر دنیاوآخرت سے متعلق اپنی حاجتوں کو پوری کرتے ہیں۔

اور یہ عمل ذکررابطہ سے مشابہت رکھتا ہے جومسلمان صوفیوں کا طریقہ ہے کہ اپنے پیرکی صورت کا تصور کرتے ہیں اوراس سے فیض اٹھاتے ہیں ،بس اتنا فرق ہے کہ مسلمان پیرکا بت نہیں تراشتے ،لیکن یہ بات کفارعرب کےعقیدے سے مناسبت نہیں رکھتی ،کیوں کہ وہ توبتوں کواپنی ذات سے مؤثر ومتصرف سمجھتے تھے۔اللہ تعالیٰ کےتصرف کا آلہ نہیں سمجھتے تھے ،اوران کوزمین کا خدا جانتے تھے،اورخدا کوآسمان کا۔یہ الوہیت میں شرک ہے،اوران ہنود کا سجدہ کرنا سجدۂ تحیت ہے۔سجدۂ عبودیت نہیں۔جوان لوگوں کے مذہب میں ماں ،باپ ، پیراوراستادوغیرہ کوبھی سلام کی جگہ کرتے ہیں۔

بت پرستی یہ ہے کہ کسی کا مجسمہ بنا کراس کی پوجا کی جائے۔بعض ہنود بت پرستی سے پرہیز کرتے ہیں۔ممکن ہے کہ ایسے ہنود نے عہد ماضی کی بت پرستی کی مذکورہ تشریح لکھی ہو،اورحضرت مرزا مظہرعلیہ الرحمۃ والرضوان نے اسی تشریح کونقل کردیا ہے۔ہندودھرم میں جوبت پرستی رائج ہے،وہ حقیقت میں بت پرستی ہے۔ہندودھرم میں اوتاروں کی بھی پوجا کی جاتی ہےاوران کے علاوہ بے شمارمخلوقات کی پوجا کی جاتی ہے۔ان کے دیوی، دیوتاؤں کا کچھ شمارنہیں۔ویدوں میں چارسودیوتاؤں کا ذکر ہے۔صرف رگ وید میں ایک سوا کہتر دیوتاؤں کا ذکر ہے۔ویدوں میں متضاد باتیں مرقوم ہیں۔کہیں صرف ایک خدا کا ذکر ہے۔ کہیں تینتیس دیوتا اوران کی بیویوں کومعبود مانا گیا ہے۔بعد کے ہنودتینتیس کروڑ دیوتا کے قائل ہوئے۔ویدوں میں متضاد باتیں ہیں،لہٰذا ہندودھرم بھی تضادات سے بھرپور ہے۔

بت پرستی کرنے والابھی ہندو ہےاور بت پرستی کا منکربھی ہندو مانا جاتا ہے۔یہ متضاد نظریات کا معجون مرکب ہے۔یہ دیکھ کر بہت سے ہندوبھی ہندودھرم کو مذہب نہیں مانتے ،

بلکہ اسے ایک طرز معاشرت کا درجہ دیتے ہیں۔ آج تک ہندو کی صحیح تعریف پیش نہ کی جاسکی۔

(4) ہنود کے کشف کی حقیقت

مکتوب چہاردہم میں مرقوم ہے: ''ودر علوم عقلی ونقلی وریاضات ومجاہدات وتحقیق معارف ومکاشفات اینہا راید طولیٰ است''۔ (کلمات طیبات)

ترجمہ: ان لوگوں کو علوم عقلیہ ونقلیہ، ریاضات ومجاہدات، تحقیق معارف اور مکاشفات میں کامل مہارت حاصل ہے۔

کشف رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔ عہد ماضی میں کاہنوں کے پاس شیاطین آتے تھے، اور فرشتوں سے سنی ہوئی باتیں انہیں بتاتے تھے۔ ہنود کی لکھی ہوئی باتوں پر یقین نہیں کیا جاسکتا۔ رامائن ومہابھارت ودیگر دیو مالائی کرداروں سے متعلق محققین کی رائے ہے کہ وہ محض زیب داستان ہیں اور ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان نے حسن ظن کے طور پر بعض باتیں بیان کیں اور بعض باتیں نقل کے طور پر۔

(5) توحید باری تعالیٰ اور آریہ دھرم

مکتوب چہاردہم میں مرقوم ہے: ''وآں چہ متأخرین اینہا تصرفات کردہ انداز اعتبار ساقط است وجمیع فرق ایشاں در توحید باری تعالیٰ اتفاق دارند وعالم را حادث ومخلوق می دانند واقرار بفنائے عالم وجزائے اعمال نیک وبد وحشر وحساب دارند''۔

ترجمہ: اور جو کچھ ان کے متاخرین تصرفات کیے ہیں، وہ قابل اعتبار نہیں۔ ان کے تمام فرقے خداوند تعالیٰ کی توحید پر متفق ہیں اور دنیا کو حادث اور مخلوق خداوندی مانتے ہیں۔ دنیا کے فنا ہونے، حشر جسمانی اور جزائے اعمال نیک وبد پر یقین رکھتے ہیں۔

ویدوں میں متضاد باتیں مرقوم ہیں۔ توحید معبود کے ساتھ تکثیر معبود کا بھی ذکر ہے، نیز ان کے متاخرین نے جو کچھ تبدیلیاں کیں، ان کو قوم ہنود نے قبول کرلیا، پس

ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل ہی وہ لوگ غلط راہ پر چلے گئے۔

شاید حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر ویدوں کے انہی اشلوکوں پر پڑی، جن میں توحید الٰہی کا ذکر تھا، یا ایسی کتابوں سے ہندو دھرم سے متعلق معلومات فراہم ہوئیں، جن میں ایسے مطالب مرقوم تھے جو اسلام کے مخالف نہ تھے، لیکن جب وہ قوم ہنود کا مذہب نہیں تو وہ تاویلات کالعدم قرار پائیں گی۔ آج بھی تقابل ادیان کے محققین ہندو دھرم اور مذہب اسلام کے نظریات میں مماثلت ثابت کرنے کی بیجا کوشش کرتے ہیں۔

ہندو دھرم میں توحید، جنت، دوزخ وغیرہ کے جداگانہ معانی ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ خاتمہ میں چند امور کا ذکر ہوگا، نیز ان کتابوں کا ذکر ہوگا جن میں تفاصیل مرقوم ہیں۔

اسماعیل دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی

غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم وتکریم کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ومومنین اور شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم فرمایا ہے۔ انبیا و اولیا اور اصنام واوثان کا حکم یکساں نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے نسبت کے سبب انبیائے کرام و اولیائے عظام بھی تعظیم وتکریم کے مستحق ہیں اور کفر وشرک سے نسبت کے سبب اوثان واصنام قابل نفرت ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے بصیرت افروز کلمات درج ذیل ہیں۔

''عجب شان الٰہی ہے۔ یہی ناپاک وبے باک بات یعنی اصنام سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ملانا پہلے ایک خبیث نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے لکھی تھی کہ بت پرست بھی شفاعت خواہی اور اس کے مثل افعال ہی بتوں سے کر کے مشرک ہوئے، یہی باتیں یہ لوگ انبیا، اولیا کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ اب یہی مردود وملعون قول دوسرے نے مشرکوں کو مسلمان ٹھہرانے کے لیے کہا کہ بتوں سے شفاعت خواہی، ان کی تعظیم حتی کہ انہیں سجدہ کفر نہیں کہ مسلمان بھی تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام

کی تعظیم کرتے ،ان سے شفاعت مانگتے ہیں‘‘۔(فتاویٰ رضویہ:جلد 24-ص165)

اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں شفاعت کی خود ساختہ تقسیم کی اور شفاعت کی تین قسم بیان کی۔ شفاعت بالوجاہت ،شفاعت بالمحبت اور شفاعت بالاذن۔شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت کو شرک بتایا۔حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ایسی شفاعت کی امید رکھنے والوں کو مشرک قرار دیا۔اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں بزرگان دین کی قبروں کے بوسہ کو بھی شرک لکھا اور خواجہ حسن نظامی نے بتوں کے سجدہ کو بھی شرک سے خالی بتایا۔اسماعیل دہلوی مسلمانوں کو مشرک بتا رہا ہے اور خواجہ حسن دہلوی مشرکین کو مومن بتانے کی کوشش میں مبتلا ہے۔اسی پر امام اہل سنت نے اظہار تعجب فرمایا۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی(1878-1955)نے عہد حاضر کے ہنود کو غیر مشرک اور بتوں کے سجدہ کو غیر کفر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔بتوں سے امید شفاعت کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات سے امید شفاعت کے مماثل قرار دیا۔کرشن وغیرہ کو نبی کہا۔وید کو الہامی کتاب کہا۔ہنود کے خرافات کی باطل تاویل کی۔

فتاویٰ رضویہ سے سوال وجواب منقولہ ذیل ہے۔اس میں علامت کفر کی عمدہ وضاحت ہے اور معبودان کفار کی ہر قسم کی تعظیم کے کفر ہونے کی تفصیل بھی ہے۔

سوال پنجم: یہ کہنا کہ وید ہنود میں شرک نہیں۔ہنود کو بالقطع مشرک کہنا صحیح نہیں۔بتوں کو سجدہ کرنا ان کا باعث کفر نہیں ہوسکتا کہ یہ سجدہ تعظیمی ہے، جیسے فرشتوں نے آدم کو کیا تھا اور بتوں سے شفاعت کا امیدوار رہنا ایسا ہے جیسے اہل اسلام کا انبیا سے امیدوار شفاعت رہنا،اور مشائخ نے اکثر اذکار واذکار ومراقبات جوگیان ہنود سے لیے ہیں۔اس قسم کے ہفوات،ہدایت وارشاد کے باب سے ہیں یا درپردہ بیخ کنی اسلام کے اسباب ہیں؟

جواب سوال پنجم:ہنود قطعاً بت پرست مشرک ہیں۔وہ یقیناً بتوں کو سجدہ عبادت

کرتے ہیں، اور بالفرض نہ بھی ہوتو بتوں کی ایسی تعظیم پر بھی ضرور حکم کفر ہے، اور انہیں بارگاہ عزت میں شفیع جاننا بھی کفر، ان سے شفاعت چاہنا بھی کفر کہ قطعاً اجماعاً یہ افعال واقوال کسی مسلم سے صادر نہیں ہوتے، نہ کوئی مسلمان، بلکہ کوئی اہل ملّت بت کی نسبت ایسا اعتقاد رکھے، اور اس میں صراحۃً تکذیب قرآن ومضادت رحمٰن ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: (**قال ابن الهمام: وبالجملة فقد ضم الى تحقيق الايمان اثبات امور–الاخلال بها اخلال بالايمان اتفاقا–كترك السجود لصنم وقتل نبی او الاستخفاف به او بالمصحف او الكعبة: الخ**)

(محقق ابن الہمام نے فرمایا: حاصل یہ ہے کہ وجود ایمان کے لیے چند امور کے اثبات کا انضمام کیا جائے گا، اور ان میں خلل اندازی بالاتفاق ایمان میں خلل اندازی کے مترادف ہوگی، جیسے بت کو سجدہ نہ کرنا، کسی نبی کو قتل نہ کرنا، نبی یا مصحف یا بیت اللہ شریف کی توہین نہ کرنا: الخ۔ت)

اعلام بقواطع الاسلام میں قواعد امام قرافی سے ہے:

(**هذا الجنس قد ثبت للوالد ولو فی زمن من الازمان وشريعة من الشرائع فكان شبهة دارئة لكفر فاعله–بخلاف السجود لنحو الصنم او الشمس فانه لم يرد هو ولا ما يشابهه فی التعظيم فی شريعة من الشرائع–فلم يكن لفاعل ذٰلک شبهة، لاضعيفة ولا قوية فكان كافرا–ولا نظر لقصد التقرب فيما لم ترد الشريعة بتعظيمه بخلاف من وردت بتعظيمه**)

(یہ جنس، والد کے لیے ثابت ہے، اگرچہ کسی زمانے یا کسی شریعت میں ہو، پس یہ شبہہ کفر فاعل کے لیے دافع ہوگا بخلاف اس کے کہ مثل بت یا سورج کو سجدہ کیا جائے، کیوں کہ وہ اور جو بھی اس کے مشابہ ہو، تعظیم میں، کسی شریعت میں وارد نہیں ہوا، لہٰذا اس کام کے

کرنے والے کے لیے کوئی ضعیف اورقوی شبہہ نہیں، پس کرنے والا کافر ہے۔

اور جس کی تعظیم کے لیے شریعت میں کچھ وارد نہیں ہوا، ارادہ تقرب کے لیے اسے نہیں دیکھا جائے گا، بخلاف اس کے جس کی تعظیم کے لیے شریعت وارد ہوئی۔ت)

شفا شریف میں ہے:(**کذٰلک نکفر بکل فعل اجمع المسلمون انه لا یصدر الامن کافروان کان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذٰلک الفعل کالسجود للصنم وللشمس والقمر والصلیب والنار:الخ**)

(اسی طرح سب ایسے کام جن کا صدور کفار سے ہوتا ہے،اگر وہ دعوی اسلام کے باوجود وہ کام کرے تو اس کی تکفیر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے،اور ہم بھی اس کی تکفیر کرتے ہیں، جیسے چاند،سورج یا کسی بت یا صلیب اور آگ وغیرہ کے آگے سجدہ کرنا:الخ۔ت)

اُسی میں ہے:(**کل مقالة صرحت بنفی الربوبیة او الوحدانیة اوعبادة احد غیر اللّٰه او مع اللّٰه فهی کفر کمقالة الدهریة والذین اشرکوا بعبادة الاوثان من مشرکی العرب واهل الهند والصین:مختصراً**)

(ہر ایسی گفتگو جس سے نفی ربوبیت یا نفی الوہیت کی تصریح اور اظہار ہوتا ہو، یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کسی اور کی عبادت کرنا کفر ہے، جیسے دہریوں کی گفتگو اور مشرکین عرب میں سے ان لوگوں کی گفتگو جو بت پرستی کی وجہ سے مشرک ہوئے اور اہل ہند اور اہل چین کی گفتگو۔اھ مختصراً۔ت)

اذکار، افکار، مراقبات کا جوگیوں سے لیا جانا افترائے بے مزہ ہے،اور ممکن وشاید سے کوئی کتاب آسمانی نہیں ٹھہر سکتی، نہ لیت ولعل سے کوئی صریح مشرک بت پرست قوم کتابی۔ مشرکین ہنود کے شرک وکفر کا منکر،ان اقوال مخذولہ تعظیم وشفاعت اصنام کا مظہر ضرور بددین گمراہ ملحد کافر ہے:والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

شفا شریف میں ہے:(ولھذا نکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل او وقف فیھم اوشک او صحح مذھبھم-وان اظھر مع ذلک الاسلام و اعتقده واعتقد ابطال کل مذھب سواہ،فھو کافر باظھاره من خلاف ذٰلک)

(لہٰذا ہم ان لوگوں کی تکفیر کرتے ہیں جو ملت اسلامیہ نہ رکھنے والوں کا طریقہ اختیار کرتے ہیں ، یا ان کے معاملہ میں توقف یا شک کرتے ہیں ، یا ان کے مذہب کو صحیح قرار دیتے ہیں، اگر چہ باوجود اس روش کے اسلام کا اظہار کریں اور اس پر عقیدہ رکھیں اور اپنے بغیر ہر مذہب کو باطل یقین کریں۔ یہ لوگ کافر ہیں ،اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کا اظہار کیا جس کے خلاف ان سے ظاہر ہوا۔ت)

عجب شان الٰہی ہے۔یہی ناپاک و بے باک بات یعنی اصنام سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ ملانا پہلے ایک خبیث نے مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے لکھی تھی کہ بت پرست بھی شفاعت خواہی اور اس کے مثل افعال ہی بتوں سے کر کے مشرک ہوئے ، یہی باتیں یہ لوگ انبیا، اولیا کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔

اب یہی مردود و ملعون قول دوسرے نے مشرکوں کو مسلمان ٹھہرانے کے لیے کہا کہ بتوں سے شفاعت خواہی، ان کی تعظیم حتی کہ انہیں سجدہ کفر نہیں کہ مسلمان بھی تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کرتے ،ان سے شفاعت مانگتے ہیں : ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم : نسأل اللہ العفو والعافیۃ (گناہوں سے بچنے اور نیکی اپنانے کی طاقت بجز اللہ تعالیٰ ، بلند مرتبہ عظیم القدر کی توفیق کے کسی میں نہیں۔ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت مانگتے ہیں۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم‘‘۔(فتاویٰ رضویہ: جلد نہم : جز اول :ص 216-217 - رضا اکیڈمی ممبئ)

(فتاویٰ رضویہ: جلد 24 -ص 162-165 - جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت کے آخر میں بطور اشارہ اسماعیل دہلوی کا ذکر ہے ،جس نے

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کو بتوں کی تعظیم وتوقیر کے مماثل قرار دے کر تقویۃ الایمان میں مسلمانوں کو ابوجہل کے برابر مشرک قرار دیا۔

اسماعیل دہلوی کے بعد خواجہ حسن نظامی دہلوی (1878-1955) کا اشارۃً ذکر ہے جو اپنی متعدد تصانیف میں ویدک دھرم کو آسمانی دھرم، وید کو آسمانی کتاب، ہنود کو غیر مشرک اور کتابی، اور ہندو اوتاروں کو پیغمبر ثابت کرنے کی کوشش میں تاحیات مبتلا رہا۔ امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' خواجہ حسن نظامی دہلوی کے باطل نظریات کے رد میں لکھا تھا۔ یہ رشید احمد گنگوہی کا شاگرد تھا۔ اپنے زمانے کا صلح کلی تھا۔

علامہ طیب دانا پوری قدس سرہ العزیز نے حسن نظامی کے کفریہ اقوال تجانب اہل السنۃ (ص: 177-232-گلشن رضا، ناندیڑ: مہاراشٹر) میں نقل کیا اور تردید وتقبیح فرمائی۔

اسلام سے قبل آسمانی مذاہب میں سجدۂ تعظیمی کی اجازت تھی، لیکن غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم وتکریم کا حکم کسی بھی آسمانی مذہب میں نہیں دیا گیا۔ بتوں کی تعظیم صرف کفار ومشرکین انجام دیتے ہیں اور چوں کہ بتوں کو معبود سمجھ کر تعظیم وتکریم کرتے ہیں، لہٰذا یہ کفریہ فعل ہوا۔ کفریہ فعل میں کفار کی مشابہت کفر ہے۔ اس میں نیت کا اعتبار نہیں۔

کوئی شخص محض تعظیم کی نیت سے بھی غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کرے تو یہ بھی کفر ہے، کیوں کہ کفریہ فعل میں کفار کی مشابہت ہے۔ (**ولا نظر لقصد التقرب فیما لم ترد الشریعۃ بتعظیمہ بخلاف من وردت بتعظیمہ**) کا یہی مفہوم ہے کہ سجدہ میں غیر مومن معبودان کفار کی عبادت وتقرب کی نیت ہو، یا تعظیم کی نیت ہو، بہر صورت یہ کفر ہے، کیوں کہ غیر مومن معبودان کفار کی تعظیم کا حکم کسی آسمانی مذہب میں نہیں دیا گیا۔

جن کی تعظیم کا حکم ہے، یعنی مومنین اور حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، پس ان کو سجدۂ تعظیمی حرام ہوگا۔ اگر کفار نے ان کو معبود بنالیا ہو تو ان کے مجسمے یا ان کے

فوٹو کو سجدۂ تعظیمی بھی کفر ہوگا، کیوں کہ کفار و مشرکین ان کو معبود سمجھ کر ان کے مجسمہ وفوٹو کو سجدہ کرتے ہیں۔کسی غیر اللہ کو معبود سمجھ کر اس کی تعظیم وتوقیر کفر ہے، پس ان صالحین کے مجسمہ یا تصویر کو سجدہ تعظیمی بھی کفر ہوگا، کیوں کہ مشرکین کے کفر یہ فعل میں ان کی مشابہت ہے۔

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:''اشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:**عبادة الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبه وکذا لو صور عیسی علیه الصلٰوة یسجد له–وکذا اتخاذ الصنم لذلک وکذا لو تزنر بزنار الیهود والنصاری–دخل کنیستهم او لم یدخل**''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم :ص149-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: بت کی عبادت کفر ہے۔دل میں جو کچھ ہے،اس کا اعتبار نہیں۔ایسا ہی حکم اس کا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر بنا کر اسے سجدہ کرے۔اسی طرح سجدہ کے لیے بت بنانے کا حکم ہے۔اسی طرح اگر کسی نے یہود ونصاریٰ کا زنار باندھا،خواہ ان کے گرجا میں داخل ہو یا نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور اولوالعزم انبیائے کرام میں سے ہیں۔نصاریٰ نے انہیں معبود بنالیا ہے۔وہ عبادت کے طور پر ان کی تصویر کو سجدہ کرتے ہیں،خواہ وہ تصویر کاغذی ہو،یا مجسماتی۔حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر کو سجدہ کرنے میں نصاریٰ کے کفریہ فعل کی مشابہت ہے،لہٰذا یہ کفر ہے۔دیگر غیر معبود مخلوقات کی تصویر کو سجدہ اسی وقت کفر ہوگا، جب عبادت کی نیت ہو۔

حضرت مرزا مظہر دہلوی اور خواجہ حسن نظامی دہلوی

حضرت مرزا مظہر دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے مذہب ہنود سے متعلق جو کچھ رقم فرمایا، وہ ہندو دھرم کی کتابوں سے نقل ہے۔آپ نے فرمایا کہ ہنود کی کتابوں سے ایسا ظاہر

ہوتا ہے۔انہوں نے اپنا نظریہ سکوت بتایا۔خواجہ حسن نظامی نے جو کچھ بیان کیا،وہ اپنے نظریہ کے طور پر بیان کیا،لہٰذا خواجہ حسن نظامی پر شرعی حکم وارد ہوگا۔دونوں کے طرز بیان میں فرق ہے۔دونوں کا انداز بیان یکساں نہیں،پس حکم شرعی بھی یکساں نہیں ہوگا۔

فتاویٰ رضویہ: جلدسوم میں ایک شخص سے متعلق سوال ہے کہ اس نے اثنائے بیان میں یہ افترا اہل اسلام پر مجلس وعظ میں کیا کہ بمبئ میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو۔(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص 231-رضا اکیڈمی ممبئ)

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے جواب میں رقم فرمایا:''اس کا کہنا کہ بمبئ میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو،اگر وہ تعمیم وتصمیم کرتا تو بمبئ کے لاکھوں مسلمان مردوں،مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی،جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے،مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا،اور''نہ ہوگا''کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا،پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں،بیبیوں کی حرمت پر دھبا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلا وجہ شرعی ایذا دی''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص 233-رضا اکیڈمی ممبئ)

شخص مذکور نے یہ نہیں کہا تھا کہ ممبئ کے ہر گھر میں بدکاری ہوتی ہے،بلکہ گھر یا کوچہ کہا ،جس سے تعمیم باطل ہوگئی۔اسی طرح قطعی طور پر یہ بات نہیں کہی،بلکہ کہا کہ:''بمبئ میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو''۔''نہ ہوگا''کے لفظ سے قطعیت باطل ہوگئی۔اب یہ جملہ محض اظہار خیال کی حد تک رہ گیا۔مذکورہ جملہ میں قائل کا

ظن غالب اور یقین دونوں مفقود ہیں، لہٰذا اسے قذف وتہمت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ والرضوان نے قوم ہنود کی کتابوں کی روشنی میں ہندودھرم اور ہندوقوم کے بارے میں کچھ بیان فرمایا اور اپنا مسلک سکوت بتایا، پس مذہب ہنود سے متعلق جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا، نہ انہیں ان باتوں کا یقین ہے، نہ ہی ظن غالب۔ ایسی صورت میں وید کے الہامی کتاب اور مذہب ہنود کے آسمانی دھرم ہونے کی بات اور دیگر امور کتب ہنود کی روشنی میں محض اظہار خیال کی منزل میں ہیں۔ وہ حضرت مظہر دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نظریات نہیں۔ اپنا نظریہ انہوں نے سکوت کو بتایا۔

مکتوب مظہری اور امام اہل سنت

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک فتویٰ میں حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے مکتوب چہاردہم کا ذکر فرمایا اور اس کا عمدہ تجزیہ رقم فرمایا، وہ درج ذیل ہے۔

مسئلہ۲۹۲: از کانپور محلّہ فیل خانہ قدیم

مرسلہ: مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸: صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضہم! بعد تسلیمات فدویانہ التماس ایں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہو گئے ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم۔

حالات مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں لکھا کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔ اسی پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی مردے کے کفر پر تاوقتے کہ ثبوت شرعی نہ ہو، حکم نہ لگانا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: (لکل

قوم ھاد) (ہر قوم کے لیے ہادی ہے۔ت) اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں، لہٰذا فدوی مکلّف خدمت فیض درجت ہے کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے

قول مذکور رام چندر و کرشن ،مرزا صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے، یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے: فقط

الجواب: مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے ، نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمٰن کی طرف منسوب ہوئی، نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی، بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے۔ اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بر بنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے، بلکہ معارف ومکاشفات وعلوم عقلی ونقلی میں ان کا ید طولیٰ مانا ہے، بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیہ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لکل امۃ رسول (ہر امت کے لیے رسول ہے۔ت) ہندوستان میں بھی بعثت انبیا ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں۔ بایں ہمہ فرمایا ہے:

’’ درشان آنہا سکوت اولیٰ ست ، نہ مارا جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست و نہ یقین بہ نجات آنہا بر ما واجب و مادہ حسن ظن متحقق ست‘‘۔

(ان کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے۔ہم پر ان کے کفر اور ان کے اتباع کا ہلاک ہونا ماننا لازم نہیں اور نہ ان کی نجات پر یقین لازم ہے۔البتہ حسن ظن متحقق ہے۔ت)

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے۔ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے، اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم واعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل

شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی، ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

''مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری را در ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشیں حاضر شوند۔ ہر دہ استدعا قبول کردند۔ حاضراں پرسیدند: اے مخدوم! ہر دہ استدعا قبول فرمودید، ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد، فرمود: کشن کہ کافر بود، چند صد جا حاضر می شد۔ اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود، چہ عجب''۔

(مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک میں دس مقامات سے دعوت شرکت دی گئی کہ نماز ظہر کے بعد تشریف لائیں۔ آپ نے تمام کی استدعا قبول کرلی۔ حاضرین نے آپ سے پوچھا۔ اے مخدوم ما! آپ نے ہر جگہ نماز ظہر کے بعد دعوت قبول فرمالی ہے تو ہر جگہ بعد از نماز ظہر جانا کیسے ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا، وہ کئی سو جگہ حاضر ہوسکتا ہے۔ اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہوگا تو کیا عجب۔ت)

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں۔ **اللہ اعلم حیث یجعل رسٰلته** (اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔ت)

اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا، ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے، اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً۔ لکل امۃ رسول (ہر امت کے لیے رسول ہے۔ت) اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں، یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو، شاید یہ ہو۔

کاہے کے لیے ٹٹولنا اور کاہے کے لیے شاید، آمنا باللہ و رسلہ (ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ت) ہزاروں امتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں۔ وقرونا بین ذٰلک کثیرا (اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔ت)

قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں۔ ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی، یا محض

انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں۔تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی نا ثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انھیں کامل ومکمل، بلکہ ظناً معاذ اللہ انبیا ورسل جانا مانا جائے: واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص656-657-جامعہ نظامیہ لاہور)

سوال: امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رام وکرشن کے صرف فسق وفجور کا ذکر کیا۔ان لوگوں کے موحد ہونے کی نفی نہیں فرمائی۔ممکن ہے کہ یہ لوگ موحد رہے ہوں اور جن لوگوں تک دعوت انبیائے کرام نہ پہنچی ہو، یا جو زمانہ فترت میں پیدا ہوئے ہوں،ان لوگوں کا محض موحد ہونا ہی نجات کے لیے کافی ہے۔

جواب: رام وکرشن وغیرہ کے وجود کی کوئی صحیح تاریخی روایت موجود نہیں۔قوم ہنود کی کتابوں میں ان لوگوں کا ذکر ہے اور انہیں کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ لوگ ہندو دھرم کے اوتار ہیں۔ہندو دھرم کا اوتار وہی ہوگا جو ہندو دھرم کا ماننے والا ہوگا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالا فتویٰ کے شروع میں ہندو دھرم کے آسمانی مذہب ہونے کو تسلیم نہیں کیا،اور کسی غیر آسمانی مذہب کو ماننے والا اس مذہب کا ایک فرد ہوگا،وہ خالص موحد نہیں ہوسکتا۔وید میں جہاں توحید خداوندی کا ذکر ہے،وہیں غیر اللہ کو بھی معبود مانا گیا ہے، نیز قوم ہنود کے اوتاروں نے خود اپنی عبادت کی دعوت دی ہے،پس وہ خالص مشرک ہیں،نہ کہ موحد۔وہ لوگ خود کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا گئے۔

سوال میں رام وکرشن کی نبوت سے متعلق سوال تھا اور فسق وفجور نبوت کے منافی ہے، پس منقولہ بالا فتویٰ میں ان لوگوں کے فسق وفجور کا ذکر کیا گیا،تاکہ نبوت کی نفی ثابت کی جائے۔ان لوگوں کے ایمان وکفر سے متعلق بھی سوال تھا۔آپ نے سبع سنابل شریف کی

عبارت نقل فرمائی جس میں صراحت کے ساتھ کرشن کے کافر ہونے کا ذکر تھا۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا کہ حضرت مرزا علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف جو مکتوب منسوب ہے، اگر وہ انہیں کا ہے، تب انہوں نے جو کچھ بیان فرمایا ہے، اس پر شرعی دلیل قائم نہیں ۔قرآن وحدیث میں نہ ہنود کا ذکر ہے، نہ مذہب ہنود کے آسمانی مذہب ہونے کا کوئی تذکرہ ہے۔ ہنود کی روایات سے بھی ان لوگوں کا اوتار ہونا ثابت ہے۔ اوتار اپنی عبادت کی دعوت دیتے تھے، جیسا کہ مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔

زمانہ فترت کے لوگوں کا حکم

جن لوگوں کو کسی پیغمبر الٰہی کی دعوت نہیں پہنچی اور جو لوگ زمانہ فترت میں تھے۔ان لوگوں کا حکم مندرجہ ذیل عبارتوں میں ہے۔اس بارے میں قطعی حکم شریعت میں وارد نہیں، لہٰذا مسئلہ مذکورہ میں اشاعرہ وماتریدیہ کا اختلاف ہے۔

علامہ شامی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان سے متعلق تحریر کیا:(وَأَمَّا الِاسْتِدْلَال عَلَى نَجَاتِهِمَا بِأَنَّهُمَا مَاتَا فِي زَمَنِ الْفَتْرَةِ مَبْنِيٌّ عَلَى أُصُولِ الْأَشَاعِرَةِ أَنَّ مَنْ مَاتَ وَلَمْ تَبْلُغْهُ الدَّعْوَى يَمُوتُ نَاجِيًا.

أَمَّا الْمَاتُرِيدِيَّةُ: فَإِنْ مَاتَ قَبْلَ مُضِيِّ مُدَّةٍ يُمْكِنُهُ فِيهَا التَّأَمُّلُ وَلَمْ يَعْتَقِدْ إِيمَانًا وَلَا كُفْرًا فَلَا عِقَابَ عَلَيْهِ، بِخِلَافِ مَا إِذَا اعْتَقَدَ كُفْرًا–أَوْ مَاتَ بَعْدَ الْمُدَّةِ غَيْرَ مُعْتَقِدٍ شَيْئًا.

نَعَمْ الْبُخَارِيُّونَ مِنْ الْمَاتُرِيدِيَّةِ وَافَقُوا الْأَشَاعِرَةَ–وَحَمَلُوا قَوْلَ الْإِمَامِ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِي الْجَهْلِ بِخَالِقِهِ عَلَى مَا بَعْدَ الْبِعْثَةِ–وَاخْتَارَهُ الْمُحَقِّقُ ابْنُ الْهُمَامِ فِي التَّحْرِيرِ، لَكِنْ هَذَا فِي غَيْرِ مَنْ مَاتَ مُعْتَقِدًا لِلْكُفْرِ–فَقَدْ صَرَّحَ النَّوَوِيُّ وَالْفَخْرُ الرَّازِيّ بِأَنَّ مَنْ مَاتَ قَبْلَ الْبِعْثَةِ مُشْرِكًا فَهُوَ فِي النَّارِ–وَعَلَيْهِ

حَمَلَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ مَا صَحَّ مِنْ الْأَحَادِيثِ فِي تَعْذِيبِ أَهْلِ الْفَتْرَةِ بِخِلَافِ مَنْ لَمْ يُشْرِكْ مِنْهُمْ وَلَمْ يُوجَدْ بَلْ بَقِيَ عُمُرُهُ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا كُلِّهِ فَفِيهِمْ الْخِلَافُ-وَبِخِلَافِ مَنْ اهْتَدَى مِنْهُمْ بِعَقْلِهِ كَقُسِّ بْنِ سَاعِدَةَ وَزَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ فَلَا خِلَافَ فِي نَجَاتِهِمْ-وَعَلَى هَذَا فَالظَّنُّ فِي كَرَمِ اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يَكُونَ أَبَوَاهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحَدِ هَذَيْنِ الْقِسْمَيْنِ،بَلْ قِيلَ إنَّ آبَائَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّهُمْ مُوَحِّدُونَ لِقَوْلِهِ تَعَالَى:(وَتَقَلُّبُک فِي السَّاجِدِينَ)

(ردالمحتار: جلد دہم:ص274-مکتبہ شاملہ)

علامہ بحرالعلوم نے رقم فرمایا:((وبما حررنا من المذاهب يتفرع)عليه (مسئلة البالغ فى شاهق الجبل)اى الذى لم تبلغه الدعوة-فعند المعتزلة مؤاخذ بترک الحسنات وفعل القبائح ومثاب بالحسنات.

وعند هؤلاء المشائخ يؤاخذون باتيان الكفر مطلقًا وبترک الايمان عند مضى مدة التأمل)(فواتح الرحموت: جلداول:ص26: دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جو مذہب ہم نے رقم کیا،اس سے پہاڑ کی چوٹی میں بالغ ہونے والے کا حکم متفرع ہوتا ہے،یعنی جسے دعوت اسلام نہ پہنچی ہو،پس معتزلہ کے یہاں ترک حسنات اور فعل قبائح کی وجہ سے مواخذہ ہوگا اور حسنات کے سبب ثواب دیا جائے گا۔

اور مشائخ حنفیہ وماتریدیہ کے یہاں کفر کے اختیار کرنے کے سبب ہر حال میں ان سے مواخذہ ہوگا اور مدت تأمل گزر جانے کے بعد ترک ایمان کے سبب مواخذہ ہوگا۔

مشائخ حنفیہ اور ماتریدیہ کے یہاں جو پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہو،اور اسے دعوت اسلام یعنی کسی پیغمبر کی دعوت نہ پہنچی ،اس پر لازم ہے کہ اپنے خالق پر ایمان لائے ، کیوں کہ مخلوقات اپنے خالق کا پتہ دیتی ہیں ۔مدت تأمل گزر جانے کے بعد خالق کا یقین نہ کیا تو

ماخوذ ہوگا۔مدت تأمل ہر ایک کے حق میں مختلف ہے،لیکن انسانی آبادی سے باہر بسنے والے انسان بھی معذور نہیں، جب تک عقل تکلیفی موجود ہے۔خواہ وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر رہیں، یابیابانوں میں، یاجزیروں میں: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سوال: سبع سنابل شریف کے مذکورہ واقعہ میں میں کرشن کی مدح وستائش موجود ہے ،کیوں کہ کسی شخص کا بیک وقت بہت سی جگہوں پر موجود ہونا اس کا ایک کمال ہے۔کمالات اور خوبیوں کو بیان کرنا مدح وستائش ہے، جب کہ معبودان کفار کی مدح وستائش کفر ہے؟

جواب اول: کرشن کو کافر کہنا ہی اس کی مذمت وتقبیح ہے۔کفروشرک سے زیادہ قبیح کون سا امر ہے۔ جب اس کے کفر کے اظہار کے ساتھ کوئی بات بیان کی گئی تو وہ محض ایک بات کو سمجھانے کے واسطے بیان کی گئی ہے،نہ کہ اس کی مدح وستائش کے طور پر۔

جب کرشن کو کافر بتایا گیا تو وہ اللہ کا ولی نہیں کہ بطور کرامت بیک وقت متعدد مقامات پر حاضر ہو۔ایسی صورت میں اس کا بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہونا شیطانی قوتوں کے سبب ہوگا اور شیطانی قوتوں کے سبب جو فعل ظاہر ہو، وہ قابل مذمت ہوگا، نہ کہ قابل تعریف ،لہٰذا اس کے کفر کے اظہار کے ساتھ اس کی طرف منسوب مذکورہ بات کو بیان کرنا ظاہری اور باطنی طور پر اس کی تقبیح ومذمت پر مشتمل ہے۔ظاہری تقبیح یہ کہ اسے کافر کہا گیا، باطنی تقبیح یہ کہ اس کی یہ کیفیت شیطانی قوتوں کے سبب ظہور پذیر ہوگا اور جس کا تعلق شیاطین سے ہو، وہ قابل مذمت ہے۔شیطان سے کسی کے تعلق کا اظہار اس کی مذمت ہے، نہ مدح۔

جواب دوم: حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے کرامت کا صدور ہوتا ہے۔اسی طرح بطور آزمائش وابتلا کفار ومشرکین سے استدراج کا صدور ہوتا ہے۔

صدور استدراج کے ساتھ صاحب استدراج کو کافر تسلیم کیا جاتا ہے، پس کسی کے لیے استدراج تسلیم کرنا اس کی مذمت پر مشتمل ہے، کیوں کہ کسی کا کافر ومشرک ہونا قابل

مذمت ہے، نہ کہ قابل مدحت ۔ دجال سے بھی استدراج کا صدور ہوگا۔لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں،لیکن تعظیم کے ساتھ نہیں، بلکہ اس کی تذلیل کے ساتھ۔اسے قابل مذمت اور کافر سمجھا جاتا ہے۔مومنین اس کے فتنوں سے محفوظ رہنے کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرات اولیائے کرام کے اقوال وافعال

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بعض اقوال وافعال حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں۔ایسے احوال واقوال سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ان کے مکاشفات بھی دوسروں کے حق میں دلیل نہیں ۔اسی طرح حالت صحو کے ناقابل تاویل اقوال کومثل متشابہ تسلیم کیا جاتا ہےاور ایسے اقوال کا نہ اتباع کیا جاتا ہے، نہ ہی ان اقوال کوبطوردلیل پیش کیا جاتا ہے۔عوام مسلمین ایسے بعض اقوال واحوال کے سبب غلط فہمی کے شکار ہوجاتے ہیں۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:”فقیر کا رسالہ: مقالہ العرفاء باعزاز شرع وعلماء(۱۳۲۷ھ)ملاحظہ ہو۔اکابر اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشادات کثیرہ سے ثابت کیا ہے کہ شریعت مطہرہ سب پر حجت ہے،اور شریعت مطہرہ پر کوئی چیز حجت نہیں۔ حضرات اولیا جن کی ولایت ثابت ومحقق ہے،ان سے جوقول یافعل یاحال ایسا منقول ہوکہ بظاہر خلاف شرع مطہر ہو۔

اولاً:اگروہ سند صحیح واجب الاعتماد سے ثابت نہیں، ناقل پر مردود ہے،اور دامن اولیا اس سے پاک ، بلکہ اولیا تو اولیا، حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ نے احیاشریف میں تصریح فرمائی کہ کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں جب تک ثبوت کامل نہ ہو۔

(لا تجوز نسبة مسلم الٰی کبیرة من غیر تحقیق-نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا فان ذٰلک ثبت متواترا-فلا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق)

(بغیر تحقیق کیے کسی مسلمان کی کبیرہ گناہ کی طرف نسبت کرنا جائز نہیں، لیکن ہاں یہ جائز ہے کہ کہا جائے کہ ابن ملجم نے جناب علی (کرم اللہ وجہہ) کو شہید کیا، اس لیے کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو فسق اور کفر کی تحقیق کئے بغیر تہمت لگانا جائز نہیں۔ت)

اور یہ تواتر نہیں کہ کوئی نسخہ کسی کی طرف منسوب کسی الماری میں ملا، چھاپے نے اسے چھاپ کر شائع کر دیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی مجہول ناشناختہ بازار میں کوئی بات منہ سے نکالے اور اسے ہزار آدمی سنیں اور نقل کریں۔ ناقل ہزار نہیں لاکھ سہی، منتہائے سند تو ایک فرد مجہول ہے تو تواتر درکنار، صحت ہی نہیں۔ آج کل حضرات اولیائے کرام کے نام سے بہت کتابیں نظم ونثر ایسی شائع ہو رہی ہیں:

ع/ پس بہر دستے نباید داد دست

(لہٰذا ہر ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا نہ چاہیے۔ت)

یہ چال بعض علما کے ساتھ بھی چلی گئی ہے۔ ایک کتاب عقائد امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے چھپی، جس سے وہ ایسے ہی بری ہیں جیسا اس کا مفتری حیا و دیانت سے۔

شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتابوں میں وہابی کشش دفتر دیکھ کر کسی وہابی نے ان کے نام سے ایک کتاب گھڑی اور چھاپی گئی ہے۔

ثانیاً: اگر بہ ثبوت معتمد ثابت ہو، اور گنجائش تاویل رکھتا ہے، تاویل واجب اور مخالفت مندفع۔ اولیا کی شان تو ارفع، ہر مسلمان سنی کے کلام میں تا حد امکان تاویل لازم۔

امام علامہ عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں:

(قال الامام النووی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی ادب العلم والتعلم من مقدمۃ شرح المھذب: یجب علی الطالب ان یحمل اخوانہ علی المحامل الحسنۃ فی کلام یفھم منہ نقص الٰی سبعین محملا ثم قال: لا یعجز عن

ذٰلک الا کل قلیل التوفیق.

(امام نووی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرح مہذب کے مقدمہ ''آداب العلم والمتعلم''
میں ارشاد فرمایا: طالب پر واجب ہے کہ اپنے بھائیوں کے کلام کو اچھے محمل پر حمل کرے، کسی
ایسے کلام میں کہ جس میں نقص سمجھا جائے، لہٰذا اس کے لیے ستر تک محمل تلاش کرے، پھر
ارشاد فرمایا کہ اس سے عاجز نہیں ہوتا، مگر ہر ایسا شخص کہ جس کو کم توفیق عنایت کی گئی۔ت)

ثالثاً: اگر تاویل ناممکن، مگر محتمل ہو کہ وہ کلام ان کے مناسب رفیعہ ولایت و امامت
تک پہنچنے سے پہلے کا ہے تو اسی پر حمل کریں گے، اور نہ اس سے استناد جائز، نہ ان پر
اعتراض۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ، میزان الشریعۃ الکبریٰ
میں فرماتے ہیں:

(یحتمل ان من خطأ غیر من الائمة انما وقع ذٰلک منه قبل بلوغه مقام الکشف کما یقع فیه کثیر ممن ینقل کلام الائمة من غیر ذوق فلا یفرق بین ما قاله العالم ایام بدایته وتوسطه ولا بینه ما قاله ایام نهایته)

(جن لوگوں نے ائمہ کرام کو (ان کے بعض نظریات کی وجہ سے) انھیں خطا کار ٹھہرایا
ہے، احتمال ہے کہ یہ ان سے (درجہ عالیہ) مقام کشف تک ان کی رسائی سے پہلے صادر
ہوئے ہوں جیسا کہ بہت سے بے ذوق حضرات جب ائمہ کرام کا کلام نقل کرتے ہیں تو وہ
اس خطا میں پڑ جاتے ہیں، لہٰذا عالم نے ابتدائی اور درمیانی دور اور آخری ایام میں جو کچھ فرمایا
ہے، یہ لوگ ان دونوں میں فرق نہیں کر سکتے۔ت)

رابعاً: یہ بھی ناممکن ہو تو جن کی ولایت و امامت ثابت و متحقق ہے، ان کے ایسے فعل کو
افعال خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبیل سے ٹھہرائیں گے اور ایسے کلام کو متشابہات سے کہ ان
پر طعن کریں، نہ اس سے بحث، اور گمراہ ہے وہ کہ متشابہات کا اتباع کرے۔

قال اللّٰہ تعالٰی:(واما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ)

(اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا: وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے متشابہ کلام کی پیروی کرتے ہیں۔ت)

متشابہات جس طرح اللہ ورسول کے کلام میں ہیں، یونہی ان کے اکابر کے کلام میں ہوتے ہیں۔کما افادہ امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ(جیسا کہ طریقت کے امام،حقیقت کی زبان، میرے آقا، دین وملت کوزندگی بخشنے والے شیخ ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افادہ فرمایا۔ت)

یہ ہے بحمداللہ سلامت اور اللہ عزوجل کے ہاتھ ہدایت۔واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط مستقیم والحمدللہ رب العالمین (اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے،سیدھا راستہ دکھاتا ہے،اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جوتمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد22:ص516-518-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت میں حضرات اولیائے کرام علیہما لرحمۃ والرضوان کے اقوال واحوال سے متعلق چارقسم کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔یہ حکم اولیائے کرام سے متعلق ہے۔دیگرلوگوں سے متعلق نہیں۔اولیائے کرام کی خاص اصطلاحات ہوتی ہیں۔ان کے کلام کی تاویل وتشریح ان کی اصطلاح کے مطابق کی جاتی ہے۔

تاویل کے اصول وقوانین

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم رمایا:’’بعض محتمل لفظ جب کسی مقبول سے صادرہوں،بحکم قرآن انہیں معنی حسن پرحمل کریں گے،اور جب کسی مردود سے صادرہوں جو صریح توہینیں کرچکا ہوتواس کی خبیث عادت کی بناپر معنی خبیث ہی مفہوم ہوں گے کہ:

کل اناء یترشح بما فیہ–صرح بہ الامام ابن حجر المکی رحمہ اللّٰہ تعالی

(ہر برتن سے وہی کچھ باہر آتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے۔امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد29:ص224-جامعہ نظامیہ لاہور)

(2)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:(**وما نقل عن بعض الصوفية قَدَّسَنَا اللّٰه تعالٰى باسرارهم-مِنْ قِدَمِ العرش او الكرسى-فَعَلٰى تقدير ثبوته منهم مؤولٌ كَمَا بَيَّنَه المولَى الْعَارف باللّٰه تعالٰى سيدى عبد الغنى النابلسى قدس اللّٰه القدسى فى الحديقة الندية -وَقَدْ زَلَّت ههنا قدم الحسن جلبى فى حاشية شرح المواقف فَلْيَتَنَبَّهْ-نَسْاَلُ اللّٰهَ العفو و العافية**)

(المعتمد المستند :ص213-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: بعض صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے جو عرش یا کرسی کا قدیم ہونا منقول ہے تو ان حضرات سے اس امر کے ثابت ہونے کی تقدیر پر وہ قابل تاویل ہے،جیسا کہ حضرت سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے،اوراس مقام پر شرح مواقف کے حاشیہ میں علامہ حسن چلپی سے لغزش ہوگئی،پس آگاہی رہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے بخشش وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(3)علامہ حسن چلپی نے شرح مقاصد کے حاشیہ میں رقم فرمایا تھا کہ بعض اہل کشف سے منقول ہے کہ عرش قدیم ہے،لیکن انہوں نے ناقلین کا ذکر نہیں فرمایا۔اس کی بحث میں امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**فان احتمل التاويل** .... **فذاک-والا كان مدسوسا على من نسب اليه ومفترى عليه-او صدر عنه فى غلبة الحال بدون فهم ولا اختيار-او تفوه به فى بدايته ثم تدارکه ربه بهدايته-وكل ذلک قد وقع-وفيه حكايات يطول ذكرها**-................

فهـذه اربـعة وجوه–فان لم يكن شيئ من ذلک بان کان القول ثابتا عـنه–وقد قاله قاصدا مختارا–ولم يرجع عنه–ولم يكن له تاويل صحيح–ومـنـه مـا للقوم من اصطلاح–ولا مشاحة فی الاصطلاح،لم يكن القائل به مسلما،وان کان من الكشف الشيطانی–غير ان کلام الاولياء بحر عميق، لا وصـول لقعره الا لمثلهم–فمن ثبت ولايته قطعنا ان له معنی لا نصل الی فهمه کالمتشابهات–ومن احتمل امره احتمالا ناشئا عن دليل حکمنا علی القول ووکلنا امر القائل الی الله تعالی،وبه التوفيق)

(انباء الحی:ص455-457-دار اہل السنۃ کراچی)

ترجمہ: پس اگر کلام تاویل کا احتمال رکھے تو وہی تاویل کی جائے گی،ورنہ وہ کلام جس کی طرف منسوب ہے،اس پر افترا ہے،یا فہم و اختیار کے بغیر غلبہ حال میں اس سے صادر ہوا ہو، یا شروع میں اس نے وہ بات کہی ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ہدایت دے کر اس کا تدارک فرما دیا ہو،اور یہ تمام صورتیں واقع ہو چکی ہیں،ان سے متعلق بہت سے واقعات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔

یہ چار وجوہ ہیں۔ان میں سے اگر کچھ نہ ہو، بایں طور کہ وہ قول اس سے ثابت ہو، اور اس نے اسے قصد و اختیار کے ساتھ کہا ہو،اور وہ اس سے رجوع نہ کیا ہو،اور اس کی کوئی صحیح تاویل نہ ہو،اور تاویل ہی کے قبیل سے کسی قوم کی (خاص) اصطلاح ہے،اور اصطلاح میں کوئی اعتراض نہیں ہوتا تو (چاروں صورتوں کے فقدان کی صورت میں) اس کا قائل مسلمان نہیں ہوگا،گرچہ یہ قول کشف شیطانی سے ہو۔

مگر حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا کلام بحر عمیق ہوتا ہے۔اس کی گہرائی تک اولیائے کرام ہی پہنچ سکتے ہیں،پس جن کی ولایت ثابت ہو تو ہم یقین رکھیں

گے کہ ان کے کلام کا کوئی (صحیح) معنی ہے جہاں تک ہماری عقل کی رسائی نہیں، جیسے (قرآن مجید کی) متشابہ آیات مقدسہ۔

اور جس کے معاملہ میں احتمال ناشی عن الدلیل (احتمال قریب) ہوتو ہم قول پر حکم نافذ کریں گے، اور قائل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے، اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے توفیق ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ کسی قول کی تفتیش چار طریقوں سے کی جائے گی۔ اگر چاروں صورتوں میں سے کوئی صورت موجود نہ ہوتو قائل کو کافر مانا جائے گا۔ اگر قول میں غیر کفری معنی کا احتمال قریب ہوتو قول پر حکم لگایا جائے گا اور قائل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے گا۔ احتمال قریب کو احتمال ناشی عن الدلیل کہا جاتا ہے۔ جب غیر کفری معنی کا احتمال قریب ہوتو حرمت وعدم جواز وغیرہ کا حکم ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں کفر فقہی ظنی کا حکم ہوتا ہے۔ ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین (دفتر اول: باب ششم) میں تفصیل ہے۔

مذکورہ حکم غیر اولیائے کرام کا ہے۔ حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا کوئی قول ایسا پایا جائے جس پر بظاہر حکم شرع عائد ہوتا ہوتو حکم عائد نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو متشابہات کی طرح سمجھا جائے گا، کیوں کہ ان کے کلمات گہرے سمندر کی طرح ہوتے ہیں کہ جن کی تہ تک انہیں کی طرح اولیائے کرام پہنچ سکتے ہیں۔ دوسروں کی رسائی وہاں تک نہیں۔

(4) علامہ حسن چلپی کی طرف مذکورہ عبارت تواتر کے ساتھ منقول نہیں، لہٰذا امام اہل سنت قدس سرہ نے اس کو بھی الحاق وافترا پر محمول فرمایا اور محشی کی جانب سے دفاع فرمایا:

امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا: (ولا اجد عذرًا فی هذا للمحشی -الا ان یقال: لعل بعض من لا یخاف اللّٰہ تعالٰی دس هذا فی کلامه کما فعلوه بکثیر من عباد اللّٰہ تعالی - کما فصله سیدی العارف

الشعرانی فی''الیواقیت والجواھر''-قال:ودسوا عَلَیَّ انا فی کتابی''البحر المورود''......الخ،انتھی

فوقعت النسخة بید سیدی النابلسی-وھی او منتسخة عنھا بید اھل المطبع کماوقع ذلک فی ''الفتوحات المکیة''وغیرھا-وباللّٰه العصمة-ولا یلزم منه رفع الامان عن الکتب الغیر المرویة بالقراء ات المتصلة-فان المصیر الیه لدفع اعظم مفسدة عن رجل معدود فی العلماء من باب''من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما''بل ھذا باب یحتاج الی الیقین-فان الکلام فی من عرف بالاسلام،بل والعلم ولم یعرف ببدعة ولم یرم بضلالة ولیس لنا بھذا القول سند متصل الیه شفاھا عن شفاہ-ولا علمنا اشتھار ھذا القول عنه فی عصرہ فاوخذ علیه فحاول الجواب او اختار السکوت لنستدل بھذہ علی صحة ھذا القول عنه.

فلا یکتفی فیه بنقل واحد بوسائط لا تعلم-ولا یغنی اشتھار الطبع-فان مستندہ الی واحد مجھول وفوقه وسائط مجھولات-نعم،تحسین الظن بالنقلة یطلب الاعتماد فیکتفی به حیث یکفی الظن-اما فی اکفار مثل من وصفنا،فان الظن لا یغنی عن الحق شیئا-وتحسین الظن به اوجب منه بالنقلة المجاھیل.

وقد نص الامام حجة الاسلام الغزالی فی آفات اللسان من الاحیاء:

لا تجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق-نعم،یجوز ان یقال: قتل ابن ملجم علیا رضی اللّٰه عنه وقتل ابو لؤلؤ عمر رضی اللّٰه عنه فان ذلک ثبت متواترا،انتھی-فاعرف واستقم والحمد للّٰه رب العلمین)

(انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شی ء:ص 467-468- دار اہل السنۃ کراچی)

ترجمہ: میرے نزدیک محشی سے متعلق یہ کہنے کے علاوہ کوئی عذر نہیں کہ شاید بعض خدا ناترس شخص نے ان کے کلام میں افترا کیا ہے، لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بہت سے بندوں کے کلام میں ایسا کیا ہے، جیسا کہ امام شعرانی شافعی نے الیواقیت والجواہر میں اس کی تفصیل بیان کی اور فرمایا کہ میری کتاب ''البحر المورود'' میں مجھ پر افترا کر دیا گیا............پس یہ (تحریف شدہ) نسخہ امام عبدالغنی نابلسی کو ملا، پھر یہی نسخہ یا اس سے نقل شدہ نسخہ اہل مطبع کو ملا، جیسا کہ فتوحات مکیہ وغیرہ کا حال ہوا، اور اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے عصمت ہے۔

اور اس کی وجہ سے قرات متصلہ سے غیر مروی کتابوں سے امان اٹھ نہیں جائے گا، کیوں کہ علما میں شمار کیے جانے والے ایک شخص سے ایک بڑی خرابی کو دور کرنے کے لیے یہ تاویل اختیار کی گئی، یہ اس باب سے ہے کہ جب کوئی دو بلاؤں میں مبتلا ہو جائے تو جو آسان ہو، اسے اختیار کرے، بلکہ اس باب سے ہے جس میں یقین درکار رہے، کیوں کہ گفتگو ان کے بارے میں ہے جن کا مسلمان ہونا، بلکہ عالم دین ہونا مشہور رہے، اور وہ کسی بدعت کے ساتھ مشہور نہیں اور نہ ہی ان پر ضلالت و گمرہی کی تہمت ہے۔

اور ہمارے پاس ان تک (پہنچنے والی) کوئی متصل سند نہیں، اور نہ ہی ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ قول ان کی جانب منسوب ہو کر ان کے زمانے میں مشہور ہوا، اور ان پر مواخذہ ہوا تو انہوں نے جواب کی کوشش کی، یا خموشی اختیار کی، جس سے یہ استدلال کیا جا سکے کہ اس قول کی نسبت ان کی جانب صحیح ہے۔

پس اس باب میں غیر معلوم واسطوں سے کسی کا نقل کرنا کافی نہیں، اور چھپ کر مشہور ہو جانا بھی مفید نہیں، اس لیے کہ اس کا مدار و مبنیٰ ایک مجہول شخص ہے اور اس سے اوپر بھی مجہول وسائط ہیں۔ ہاں، ناقلین کے ساتھ حسن (ان پر) اعتماد کا تقاضہ کرتا ہے، پس جہاں

ظن پر اکتفا کیا جاتا ہے، وہاں ظن کافی ہوگا، اور حسن ظن کسی شئ کو حق سے بے نیاز نہیں کر دے گا، اور مذکورہ صفات سے متصف شخص سے متعلق حسن ظن رکھنا مجہول ناقلین سے حسن ظن رکھنے کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم کے باب آفات اللسان میں صراحت فرمائی ہے کہ کسی مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ ہاں، یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا اور ابو ؤ ؤنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، کیوں کہ یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے، پس سمجھ لو اور صحیح راہ پر قائم رہو، اور تمام حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔

(5) کبھی کسی کی جانب کوئی قول منسوب ہو جاتا ہے اور بہت سی کتابوں میں نقل ہو جاتا ہے۔ احادیث موضوعہ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ وہ احادیث نبویہ نہیں ہیں۔

حضرت عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی امام کی طرف منسوب کسی مسئلہ کا ایک یا ایک ہزار کتاب میں پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ انہیں کا قول ہے۔

(قد قال القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الانتصار ما معناہ: ان وجود مسئلة فی کتاب او فی الف کتاب منسوبة الی امام لا یدل علیٰ انه قالها حتی تنقل عنه نقلا متواترا یستوی فیه الطرفان والواسطة)

(الابریز من کلام سیدی عبد العزیز الدباغ: ص 420 - دار الکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب انتصار میں فرمایا ہے جس کا مفہوم ہے کہ ایک کتاب یا ایک ہزار کتاب میں کسی امام کی طرف کسی مسئلہ کا پایا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے، یہاں تک کہ وہ ان سے نقل متواتر کے طور پر منقول ہو، جس میں موضوع ومحمول اور رابطہ یکساں ہو۔

(6)فقہی کتابوں میں بھی کبھی کوئی مرجوح وضعیف قول نقل ہوجاتا ہے، پھر دس بیس کتابوں میں بھی وہ قول منقول ہوجاتا ہے،لہٰذا فقہا کو تحقیق واحتیاط کا حکم ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ نے رقم فرمایا:(وقد رأیت فی فتاوی العلامة ابن حجر: سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ولم یکن له شیخ، ویفتی ویعتمد علٰی مطالعته فی الکتب-فهل یجوز له ذلک ام لا؟

فاجاب بقوله:لایجوزله الافتاء بوجه من الوجوه-لانه عامی جاهل لایدری ما یقول؟بل الذی یاخذ العلم عن المشائخ المعتبرین لا یجوز له ان یفتی من کتاب ولا من کتابین-بل قال النووی رحمه اللّٰه تعالٰی:ولا من عشرة فان العشرة والعشرین قد یعتمدون کلهم علٰی مقالة ضعیفة فی المذهب فلا یجوز تقلیدهم فیهابخلاف الماهرالذی اخذ العلم عن اهله وصارت له فیه ملکة نفسانیة فانه یمیز الصحیح من غیره ویعلم المسائل وما یتعلق بها علی الوجه المعتد به-فهذا هوالذی یفتی الناس ویصلح ان یکون واسطة بینهم وبین اللّٰه تعالٰی-واما غیره فیلزمه اذا تسور هذا المنصب الشریف التعزیرالبلیغ والزجرالشدید الزاجر ذلک لامثاله عن هذا الامرالقبیح الذی یؤدی الٰی مفاسد لا تحصی-واللّٰه تعالٰی اعلم)

(شرح عقود رسم المفتی:ص11)

ترجمہ:میں نے علامہ ابن حجر ہیتمی کے فتاویٰ میں دیکھا کہ اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جوازخودفقہی کتابوں کو پڑھے اور مطالعہ کرے،اوراس کا کوئی شیخ نہ ہو،اوروہ فتویٰ دیتا ہواوراپنے مطالعہ کتب پراعتماد کرتا ہو،پس کیا یہ اس کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

پس علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی نے جواب دیا:اس کے لیے کسی طرح فتویٰ دینا جائز

نہیں، اس لیے کہ وہ عامی غیر عالم ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے، بلکہ وہ شخص جو معتبر مشائخ سے علم حاصل کرتا ہے، اس کے لیے بھی ایک یا دو کتاب سے فتویٰ دینا جائز نہیں ، بلکہ امام نووی نے فرمایا کہ نہ ہی دس کتابوں سے، اس لیے کہ دس اور بیس مؤلفین کبھی اعتماد کرتے ہیں مذہب کے کسی ضعیف قول پر، پس ان کی تقلید جائز نہیں ہے۔

برخلاف ماہر کے جس نے قابل استاذ سے علم حاصل کیا، اور اسے اس بارے میں ذاتی ملکہ ہو گیا، پس وہ صحیح اور غیر صحیح کی تمیز کر لیتا ہے اور مسائل کو اور اس کے متعلقات کو قابل اعتماد طریقے پر جانتا ہے، پس یہ وہ ہے جو لوگوں کو فتویٰ دے گا، اور اللہ تعالیٰ اور مومنین کے درمیان واسطہ ہونے کے لائق ہے، لیکن اس کے علاوہ شخص جب اس بزرگ منصب پر آ جائے تو زبردست تعزیر اور شدید زجر لازم ہے جو ان کے مماثلین کو اس امر قبیح سے روکنے والا ہو جو بے شمار مفاسد تک پہنچانے والا ہو۔

(7) نماز میں الصاق کعبین کی روایت زاہدی نے لکھی، پھر دیگر حنفی کتب فقہ میں اس کی نقل ہو گئی۔ زاہدی غزمینی معتزلی: ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد (م 658ھ) نے المجتبیٰ شرح القدوری، الحاوی للفتاویٰ، القنیۃ المنیۃ لتتمیم الغنیہ ودیگر کتب لکھی۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد 29: ص 223 - جامعہ نظامیہ لاہور)۔ اس کی ایک نقل سے متعلق الملفوظ میں ہے:

عرض: درمختار، کبیری وصغیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ رکوع میں دونوں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔

ارشاد: **لم یثبت** ۔ کہیں ثابت نہیں۔ دس بارہ کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہے، اور سب کا منتہیٰ زاہدی ہے۔ (الملفوظ: جلد چہارم: ص 368 - رضوی کتاب گھر دہلی)

(8) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''اولاً: کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں۔ بہت رسالے خصوصاً اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلاً ثبوت نہیں۔

ثانیاً: کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں۔ بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب ''الیواقیت والجواھر'' امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے، خصوصاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں تو الحاقات کی گنتی نہیں۔ کھلے ہوئے صریح کفر بھر دئے ہیں، جس پر درمختار میں علامہ مفتی ابوالسعود سے نقل کیا: (**تیقنا ان بعض الیہود افتریھا علی الشیخ قدس اللہ سرّہ**) ہم کو یقین ہے کہ شیخ قدس سرہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گھڑ دی ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام میں ہے:

''قریش اعلیٰ جد مصطفیٰ بود واودو پسر داشت۔ یکے را نام ہاشم بود ودوم را نام تیم۔ پیغامبر از نسل ہاشم است وابوبکر از نسل تیم است''۔

ہاشم کے باپ کا نام قریش ہے، اوران کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ پیغامبر ہاشم کی نسل سے اورابوبکر تیم کی نسل سے ہیں۔

کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا، اوران کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے، ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے''۔

(رسالہ حجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص555-556 - جامعہ نظامیہ لاہور)

(9) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کا اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا، اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی۔ سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو، اسناد اور بات ہے، اور ایسے امر میں جسے مسند کلمہ کفر بنایا اوراس سے توہین شانِ رسالت کے جواز پر سند لانا ہے، اس پر اعتماد اور بات۔ علما کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لیے

مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو۔

خطیب بغدادی بطریق عبدالرحمان سلمی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرمایا:(**اذا وجد احد کم کتابًا فیہ علم لم یسمعہ عن عالم فلیدع باناء وماء فلینقعہ فیہ حتی یختلط سوادہ فی بیاضہ**)

جب تک تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبو دے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہو جائے۔

فتاویٰ حدیثیہ امام زین الدین عراقی سے ہے:(**نقل الانسان ما لیس لہ بہ روایۃ غیر سائغ بالاجماع عند اھل الدرایۃ**)

یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو، اس کا نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں، اگر اس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا، یا اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا ، وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے، اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز۔

فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:(**قالوا ما وجد فی نسخۃ من تصنیف فان وثق بصحۃ النسخۃ بان قابلھا المصنف اوثقہ غیرہ بالاصل او بفرع مقابل بالاصل-وھکذا جاز الجزم بنسبتھا الیٰ صاحب ذلک الکتاب وان لم یوثق لم یجزم**)

یعنی علما نے فرمایا: جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے۔ اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے، یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے، یا

اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔

مقدمہ امام ابوعمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا: تم نے لکھ لیا؟ کہا: ہاں۔ مقابلہ کرلیا؟ کہا: نہ۔ فرمایا: **لم تکتب** ۔تم نے لکھا ہی نہیں۔

اسی میں امام شافعی و یحییٰ بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا:

(من کتب ولم یعارض کمن دخل الماء ولم یستنج)

جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا، وہ ایسا ہے کہ پانی میں داخل ہے اور استنجا نہ کیا۔

اسی میں ہے: **(اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الیٰ مصنف فلا یقل "قال فلان کذا وکذا" الا اذا وثق بصحة النسخة بان قابلها هو او ثقة غيره باصول متعددة)**

جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے، کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صحت نسخہ پر اعتماد نہ ہو، یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اسے متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔

اسی میں ہے: **(یطالع احدهم کتابًا منسوبًا الیٰ مصنف معین وینقل منه عنه من غیر ان یثق بصحة النسخة قائلًا "قال فلان کذاوکذا او ذکر فلان کذا وکذا" والصواب ما قدمناه، اه —ولفظ الفتاوی الحدیثیة عنه— والصواب ان ذلک لایجوز)**

کسی معین مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کر دیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا، حالاں کہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف

سے بلا واسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں مثلاً یوں کہے کہ فلاں نے یوں یوں کہا، یا فلاں نے یوں یوں ذکر کیا، حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

امام نووی نے تقریب میں فرمایا: **(فان قابلها باصل محقق معتمداجزاه)**

اگر ایک اصل تحقیقی معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے۔

یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے۔ یہ اتصال سند اصل وہ شئ ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے، اور متاخرین نے کتاب کا علما میں ایسا مشہور ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر وتحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے۔

مقدمہ امام ابوعمرو نوع اول میں ہے: **(ال الامر ان الاعتماد علٰی ما نص علیه فی تصانیفهم المعتمدة المشهورة التی یؤمن فیها لشهرتها من التغییر والتحریف (ملخصا)**

یعنی آخر قرارداد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور ومعتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر وتحریف سے امان ہو۔(ملخصا)''۔

(رسالہ حجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15: ص 556-559- جامعہ نظامیہ لاہور)

(10) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''فتح القدیر و بحر الرائق ونہر الفائق ومنح الغفار میں فرمایا: **(علٰی هذا لو وجدنا بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزوما فیها الٰی محمد ولا الٰی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی دیارنا ولم تتداول)** یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذۂ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور ومتداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علما کے درس وتدریس، یا نقل وتمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات ومقالات علما کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کیے۔ زبان علما میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود وتداول میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پر ظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود۔

تداول درکنار کوئی سند متصل بھی نہیں، نہ کہ تواتر جو ایسی نسبت کے لیے لازم ہے، رہا وجود نسخ، انصافاً متعدد، بلکہ کثیر ووافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے، یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے، ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا، اور یہ ان سے نقل ونقل درنقل ہو کر کثیر ہو گئے، جیسے آج کل کی محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے، فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے اور اس کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں، حالاں کہ تواتر درکنار ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت نہیں، واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ت)

علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کے لیے وجہ ہے، مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعاً حرام، ورنہ معاذ اللہ اکابر ائمہ واعاظم علما کی طرف نسبت کفر ماننی پڑے، ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیا سے گزر کر اکابر علمائے معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں۔

ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۴۷ پر ہے: (**ما سمی به الرب نفسه وسمی به مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر**)

نام کہ رب تعالیٰ نے اپنے لیے اور مخلوق کے لیے مقرر فرمائے، وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔ت)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے، حالاں کہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا

کو قیوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:(**اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر**)

(جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمٰن وغیرہ تو وہ کافر ہوجائے گا۔ت)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے، حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ۲۴۲ میں ہے:

(**من قال لمخلوق یا قدوس اوالقیوم او الرحمٰن کفر**)

جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہوجائے۔

پھر کیوں کر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۷۴ کی عبارت علی قاری کی ہے، ضرور الحاق ہے ،اگر چہ کتاب اجمالاً مشہور ومعروف ہے"۔

(رسالہ حجب العوار: فتاویٰ رضویہ: جلد 15:ص559-560- جامعہ نظامیہ لاہور)

کتابوں میں تحریف والحاق اور کتابت کی غلطیاں عقلاً بعید نہیں، بلکہ واقع ہیں۔جن احکام میں قطع ویقین کی ضرورت ہو،مثلاً تکفیر کا مسئلہ، پس ایسے امور میں حصول قطعیت کے بغیر کوئی حکم نافذ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔کسی کتاب کی نسبت اس کے مصنف ومؤلف کی طرف متواتر ہوتی ہے۔ایسی کتابوں میں بھی تحریف والحاق ثابت ہے، پس جس جملے پر اعتراض ہوتو یہ تحقیق کرنی ہوگی کہ خاص طور پر قابل اعتراض جملہ مؤلف ومصنف سے ثابت ہے یا نہیں۔اگر ثابت نہیں تو مصنف ومؤلف اس سے بری ہیں۔ان پر شرعی حکم وارد نہیں ہوگا۔

حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف جو مکتوب منسوب ہے،اس کی نسبت بھی قطعی اور متواتر نہیں۔ناقلین کی روایتیں یکساں نہیں۔الفاظ وعبارات میں کمی بیشی اور تغیر وتبدل ہے۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بھکتی دھرم سے متاثر کسی شخص نے یہ مکتوب خود لکھ کر حضرت مظہر دہلوی قدس سرہ العزیز کی طرف منسوب کردیا ہے۔مکتوب چہاردہم میں مکتوب الیہ کا بھی ذکر نہیں۔خط کسی شخص کے نام رقم کیا جاتا ہے۔اگر صاحب مکتوب کی وفات کے

بعد کوئی دعویٰ کرے کہ فلاں نے یہ مکتوب ہمارے نام بھیجا تھا تو اس کی صداقت خود مدعی کی دیانت پر موقوف ہوگی۔ صاحب مکتوب باحیات نہیں کہ ان سے دریافت کیا جائے۔

حضرت مرزا مظہر دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلیفہ حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی 1189ھ میں دہلی پہنچے، اور حضرت مظہر دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت بابرکت میں چار سال تک رہے۔ حضرت مظہر دہلوی نے انہیں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات کی تینوں جلدوں کی اجازت عطا فرمائی، اور فرمایا کہ یہ دولت یعنی مکتوبات امام ربانی جو میں نے تم کو دیئے ہیں، کسی مرید کو نہیں دیئے ہیں۔ (شاہ نعیم اللہ: وکی پیڈیا)

مذکورہ بالا واقعہ سے واضح ہے کہ مکتوبات امام ربانی کی تینوں جلدیں حضرت مظہر دہلوی قدس سرہ العزیز کو دستیاب تھیں، اور مکتوبات امام ربانی میں قوم ہنود کو کافر اور اپنے باپ دادا کے مذہب پر عمل کرنے والی قوم اور ہندو سرداروں کو کافر اور اپنی عبادت کی دعوت دینے والے لکھا گیا ہے۔ بذریعہ کشف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے سرزمین ہند میں پیغمبران عظام کی بعثت ہوئی، لیکن کسی نبی کے امتی تین شخص سے زیادہ نہ ہوئے۔ قوم ہنود نے نبیوں کا انکار کیا، اور اپنے آبائی مذہب پر قائم رہی۔

ان حقائق کے پیش نظر یہی محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مرزا مظہر علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب مکتوب چہاردہم ان کا مکتوب نہیں، بلکہ کسی نے قصداً یا سہواً ان کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ بھکتی مذہب سے متاثر لوگ ہندو مذہب سے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ شمالی ہند میں بھکتی مذہب کا فروغ اکبر بادشاہ (1542-1605) کے زمانے سے ہو چکا تھا۔ کبیر داس، تلسی داس وغیرہ شمالی ہند میں بھکتی دھرم کے مشہور مبلغ تھے۔

بعض صوفیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان حکمت عملی کے ذریعہ کفار و مشرکین کو اسلام کے قریب کرنے کی کوشش فرماتے۔ اسی طرح عہد ماضی میں بعض گمراہ متصوفین بھی تھے جو اسلام و کفر کو مخلوط کر دینا چاہتے تھے۔ دارا شکوہ بن شاہجہاں بھی ایسے ہی متصوفین میں سے تھا۔

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ

ہندودھرم کے افکارونظریات

ہندودھرم اور مذہب اسلام کے بعض نظریات میں محض لفظی مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس سے لوگوں کو دھوکہ ہوجاتا ہے کہ قوم ہنود بھی ان امور کو مانتی ہے جس کا ذکر مذہب اسلام میں ہے۔ظاہری مماثلت دیکھ کر بعض کو شبہہ ہونے لگتا ہے کہ شاید وید الہامی کتاب ہو،اور ہندودھرم آسمانی مذہب ہو۔دفع شبہات کے واسطے چندامور کا ذکر خاتمہ میں مرقوم ہے۔

ہندودھرم میں سب سے بڑے معبود کو ایشور، پرمیشور، پرجاپتی اور مہادیو کہا جاتا ہے۔

عبدالحق ودیارتھی نامی ایک قادیانی نے ہندودھرم سے متعلق متعدد کتب لکھی ہے۔اس نے قوم ہنود کے سوالوں کا عمدہ جواب دیا ہے۔اس نے اپنی کتابوں میں بعض مقامات پر قادیانی مذہب کے مطابق بھی بعض بات لکھی ہے۔اس کی ایک مشہور کتاب ’’آئینہ حق نما‘‘ (مطبوعہ:انجمن اشاعت اسلام لاہور) ہے۔چند کتابوں کے حوالے سے بعض امور کا اجمالی ذکر ہم نے رقم کیا ہے۔تفصیل کے واسطے حوالہ جاتی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

کیا وید الہامی کتاب ہے؟

قوم ہنود وید کو الہامی کتاب مانتی ہے،لیکن جس کتاب میں مخلوقات کو معبود بتایا گیا ہو،اور چارسو دیوتاؤں کا ذکر ہو،وہ کتاب الہامی کیسے ہوسکتی ہے۔عہد ماضی میں متعدد کتب ورسائل رقم کیے گئے جن میں ثابت کیا گیا کہ وید الہامی نہیں ہے۔

(1)ویدوں کی حقیقت (بقاحسین خاں فلکی فیروزآبادی-مطبع ابوالعلائی آگرہ)

(2)ابطال الہام وید (ادریس خاں لودھی ودیارتھی-امیرالاقبال پریس بدایوں)

(3) ویدوں کی ابتدا (عبدالواحد لاہوری - انڈین سٹیم پریس لاہور)

(4) آئینہ حق نما: حصہ دوم (ص 17-46 - انجمن اشاعت اسلام لاہور)

(5) ویدوں کی ازلیت و ماہیت (کرسچن لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا - مشن سٹیم پریس لودھیانہ)

(6) ویدانت نمبر (۲) (عبدالواحد لاہوری - انڈین سٹیم پریس لاہور)

(7) ویدوں کی ظلم رانی (عبدالکبیر خاں جلال پوری - جید برقی پریس دہلی)

(8) ویدوں کی فحش بیانی (عبدالکبیر خاں جلال پوری - جید برقی پریس دہلی)

(9) ویدوں کی حقیقت (ابو رحمت حسن)

وید کے چار سو چودہ رشی

وید لکھنے والوں کو ''رشی'' کہا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ وید چار سو چودہ رشیوں کا کلام ہے۔ (آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص 25 - انجمن اشاعت اسلام لاہور)

گیارہ سو اکتیس وید تھے

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ گیارہ سو اکتیس وید تھے۔ اصلی وید گم ہو گیا۔ دو جن اصلی وید کو لے کر غائب ہو گئے۔ درج ذیل کتابوں میں تفصیل ہے۔

(1) سرگزشت وید (عبدالحق - سٹیم پریس لاہور)

(2) آئینہ حق نما (حصہ دوم: ص 57-65 - انجمن اشاعت اسلام لاہو)

وید میں تینتیس دیوتا اور چار سو دیوتا

رگ وید میں 33: دیوتا کا ذکر ہے۔ اسی طرح رگ وید اور اتھر وید میں ان کی 33: بیویوں کا بھی ذکر ہے۔ گیارہ دیوتا زمین پر، گیارہ فضا میں اور گیارہ آسمان میں رہتے ہیں۔ نیز ویدوں میں کل چار سو دیوتاؤں کا ذکر ہے۔ صرف رگ وید میں 171: دیوتا کا ذکر ہے۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص 59-60 - حصہ دوم: ص 9)

معبود حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معبود سمجھنا شرک ہے۔ وید میں غیر اللہ کو معبود تسلیم کیا گیا ہے اور یہ شرک ہے، پس ثابت ہو گیا کہ وید کی تصنیف سے قبل ہی آریہ قوم مشرک تھی۔ ویدک عہد میں بھی ان لوگوں کا موحد ہونا ثابت نہ ہو سکا۔

ایشور کا کھڑا رہنا اور کرسی پر بیٹھنا

اتھر وید میں ہے کہ مہادیو سال بھر تک کھڑا رہا، پھر اس کے لیے کرسی لائی گئی۔ اسی پر وہ بیٹھا۔ اس ایشور کی دو بیویاں ہیں۔ (آئینہ حق نما: حصہ اول: ص112-113)

مختلف ذاتوں کے مختلف معبود

برہمنوں کا دیوتا اگنی، چھتریوں کا دیوتا اندر اور بنیوں کا دیوتا وشو دیواہ ہے۔ شودروں کا کوئی دیوتا نہیں۔ (آئینہ حق نما: حصہ اول: ص103 - انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ہاتھ پاؤں اور اعضائے جسمانی والا معبود

یجر وید میں معبود کو ہر طرف آنکھوں والا، ہر طرف منہ والا، ہر طرف بازؤں والا، ہر طرف پاؤں والا کہا گیا ہے۔ اتھر وید میں بھی معبود کو سب طرف منہ والا، ہر طرف ہاتھ اور ہتھیلیوں والا کہا گیا ہے۔ اسی طرح اتھر وید میں معبود کو کہا گیا کہ تو عورت ہے، تو مرد ہے، تو جوان مرد ہے تو جوان عورت ہے تو بڈھا ہے جو لاٹھی کے سہارے چلتا ہے۔ تو پیدا ہوتے ہی ہر طرف منہ والا ہو گیا۔ (آئینہ حق نما: حصہ اول: ص70: ص350)

ویدک دھرم میں زمین اور دریا معبود

اتھر وید میں روئے زمین کو معبود مانا گیا ہے۔ (آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص15)

گنگا، جمنا، سرسوتی، ستلج، راوی، چناب، جہلم وغیرہ دریاؤں اور ندیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورج کو بھی دیوتا مانا گیا ہے۔ (آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص14)

ویدک دھرم میں سورج معبود

ویدوں میں سورج کو بھی معبود مانا گیا ہے۔(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص406-408)

ویدک دھرم میں گائے معبود

وید میں ہے کہ پرجاپتی (خدا) اور پرمیشٹھی دیوتا اس کے دو سینگ ہیں۔اندر دیوتا اس سر، اگنی دیوتا پیشانی، یم دیوتا گلے کی گھنڈی ہے۔بادشاہ سوم دماغ ہے۔آسمان اس کے اوپر کا جبڑا ہے اور زمین نیچے کا جبڑا ہے۔مروت دیوتا دانت ہے دیوتاؤں کی بیویاں اس کی پیٹھ کے جوڑ ہیں۔متر اور ڈرن دیوتا اس کے دونوں کندھے ہیں۔مہادیو اگلی ٹانگیں ہیں۔اندر کی بیوی اندرانی اس کا خفیہ عضو ہے۔الغرض گائے بہت سے دیوتاؤں کا مجموعہ ہے۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص163)

اتھروید میں ہے کہ سارا جہاں اور کل دیوتا گویا گائے کا ہی سراپا ہیں۔

(آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص132)

رگ وید اور یجر وید میں ہے کہ گائے ذبح کرنے کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے گائے کو خوش کرنا چاہئے۔(آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص136)

رگ وید اور یجر وید میں ہے: اے سلطنت کے لوگو! جیسے سورج بادل کو مار کر زمین پر گرا کر سب کو خوش کرتا ہے۔ویسے ہی تم بھی گائے وغیرہ مارنے والوں کو مار کر حیوانات کو خوش کرو۔(آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص97)

بھارت میں گئوکشی کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام ہوتا ہے، اس کا سبب ویدک تعلیمات ہیں۔اپنا عیب چھپانے کے واسطے قوم ہنود قرآن مجید پر اعتراض کرتی ہے۔

ویدک دھرم میں جانوروں کے دیوتا

یجر وید میں مختلف جانوروں کے مختلف دیوتا بتائے گئے ہیں۔

(آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص 16 - انجمن اشاعت اسلام لاہور)

ویدوں میں فحش کلامی

ویدوں میں فحش کلامی پائی جاتی ہے۔عورتوں مردوں کی ایسی باتیں لکھی ہیں جو ناقابل بیان ہیں۔(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص 277 - انجمن اشاعت اسلام لاہور)

عبدالکبیر خاں جلالپوری نے لکھا: ''سابق ایڈیٹر آریہ گزٹ مہاشہ شوبرت لال ایم اے اپنشدوں کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ برہدآرینک ادھیائے ۶ برہمن ۴ شلوک ۳ تا ۵ و ۷ تا ۱۲ و ۱۸، ۱۹، ۲۱ تا ۲۳ اتنے فحش ہیں کہ ترجمہ کرنا مشکل ہے، اس لیے بالکل ترک کر دیئے گئے۔ انگریزی مترجموں نے بھی بالعوض انگریزی کے لاطینی میں ترجمہ کیا ہے اور ہندو ٹیکا کاروں نے صرف سنسکرت لکھ دیا ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ فارسی میں اس کا ترجمہ کریں، مگر یہ بھی فضول معلوم ہوا، چھوڑ دینا ہی بہتر سمجھا۔اسی طرح ۲۲، ۲۳ کے ساتھ بھی کیا گیا ہے۔جن صاحبان کو ان کے متعلق جاننا ضروری معلوم ہو، وہ اصل دیکھ کر تسلی کر لیں''۔

(ویدوں کی فحش بیانی: ص 11 - جید برقی پریس دہلی - سن طباعت: مارچ ۱۹۲۶ء)

ویدک دھرم میں فرشتے مرد ہیں

وید کے مطابق فرشتے مرد ہیں۔ ایک بار دو فرشتے متر اور ورُن نے اروشی نامی جنتی حور (اپسرا) کو دیکھا۔ دیکھتے ہی دونوں کا نطفہ گر گیا۔اسی سے وششٹھ رشی پیدا ہوا۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص 272)

وید صرف آریوں کے لیے کتاب ہدایت

وید میں لکھا ہے کہ وید صرف آریوں کو گھی کی چوری دینے والی ماں (ہدایت دینے والی کتاب) ہے، اور تین ہی قوم (برہمن، کھتری اور بنیا) آریہ ہیں۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص 227)

ویدوں میں قصے کہانیاں

ویدوں میں بہت سے قصے کہانیاں ہیں۔(آئینہ حق نما: حصہ اول:ص 234)

بعض لوگ ویدوں میں بیان کردہ بعض قصوں اور کہانیوں کو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات پر منطبق کرتے ہیں کہ یہ فلاں نبی کا واقعہ ہے۔وہ فلاں پیغمبر کا واقعہ ہے۔یہ محض قیاس آرائی ہے۔ویدک دھرم نبی ورسول کی بعثت کو محال بتاتا ہے، پھر وید میں کسی نبی کا ذکر کیسے ہوسکتا ہے۔ذکر اسی کا ہوسکتا ہے جس کو یہ لوگ مانتے ہوں۔جن کو مانتے ہی نہیں، بلکہ ان کی مخالفت کرتے ہوں، ان کا ذکر ادب کے ساتھ کیسے ہوگا؟

ویدک توحید کی حقیقت

رگ وید میں ہے کہ کبھی بہت سے دیوتا کو ایک دیوتا کا نفس عین بتادیا جاتا ہے۔

(آئینہ حق نما: حصہ دوم:ص 11)

ویدک دھرم میں بہت سے دیوتا ہیں، لیکن کبھی یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ یہ سب ایک ہی دیوتا ہیں۔یہی ویدک توحید ہے۔ایک تثلیثی توحید ہے جس کا ذکر مقدمہ میں مرقوم ہے۔

رگ وید میں چوری کا منتر

رگ وید میں ایک منتر ہے جس کو پڑھنے سے چوری کرتے وقت چور پکڑا نہیں جاتا۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول:ص 150)

وید میں بدکاری کی تعلیم

ویدوں کے مطابق ایک عورت کے متعدد شوہر ہوسکتے ہیں۔بھاوج اپنے دیوروں سے بچے پیدا کرسکتی ہے۔جس عورت کے دسوں غیر برہمن خاوند ہوں، اگر کوئی برہمن اس عورت کا ہاتھ پکڑ لے تو اب وہی برہمن اس کا خاوند ہے۔

(آئینہ حق نما: حصہ دوم: ص387-390)

ویدک دھرم کی جنت

اتھر وید میں ہے کہ جنت میں ایشور کا شہر ایودھیا ہے۔جس میں آٹھ فصیلیں اور نو دروازے ہیں۔اس میں ایشور کے بیٹھنے کے لیے ایک پالکی اور سونے کے لیے پلنگ ہے۔

(آئینہ حق نما: حصہ اول: ص34 & 112)

الحاصل نہ وید الہامی کتاب ہے، نہ ہی ویدک دھرم آسمانی مذہب ہے، نہ ہی قوم ہنود کبھی موحد تھی۔بابلی اور مصری مذاہب کی طرح ویدک دھرم بھی شرک سے بھرپور ہے۔

ویدک دھرم میں توحید کا تصور تکثیر کے ساتھ ہے، یعنی ایک سب سے بڑا معبود ہے جسے ایشور، پرماتما، مہادیو، پرجاپتی، پرمیشور وغیرہ نام دیا گیا ہے۔اس کے علاوہ بے شمار معبود ہیں۔دنیا کے مذاہب میں صرف ہندو مذہب میں 33: کروڑ معبود مانے جاتے ہیں، ورنہ دیگر غیر آسمانی مذاہب میں بھی اتنے معبود نہیں۔

مظاہر پرستی کی تعلیم دینے والے مذاہب میں کائنات کی ہر چیز خدا ہے، اور ہندودھرم میں مظاہر پرستی کے ساتھ بہت سے خودساختہ دیوتا بھی ہیں، پس کسی دھرم میں اتنے معبود نہیں ہوں گے کہ جتنے معبود ہندودھرم میں ہیں۔جن لوگوں نے ہندودھرم کی ان تعلیمات کو دیکھا جن میں توحید کا ذکر تھا، انہوں نے سمجھا کہ ہندودھرم میں بھی توحید کی تعلیم دی گئی ہے، حالاں کہ ہندودھرم اور دھارمک کتاب یعنی ''وید'' تضادات کا معجون مرکب ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انور مصباحی

13: شعبان المعظم 1443 مطابق 16: مارچ 2022=شب: پنج شنبہ

☆☆☆☆☆

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کا رد)

(3)ضروریات دین کی تعریفات(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتدین کے متعدد طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اعلامیہ(1443-2021)(امت مسلمہ کے نام ہدایت نامہ)

(7)معبودان کفار اور شرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام)

(8)مناظراتی مباحث اور عقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پر معروضات)

(11)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اور عہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات

(17)ہندو دھرم اور پیغمبر واوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

☆☆☆☆☆

ورفعنا لک ذکرک

قرآن مجید کی ہر آیت میں مدح مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہے، گرچہ ہمارا علم وشعور اس کا ادراک نہیں کر پاتا۔ امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ—۱۳۴۰ھ) نے تحریر فرمایا۔

''شیخ محقق (عبد الحق محدث دہلوی) نے اخبار الاخیار میں بعض اولیا کی ایک تفسیر بتائی، جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۲۵۲ – رضا اکیڈمی ممبئی)

﴿اَخْرَجَ اَبُوْ يُعْلٰى وَابْنُ جَرِيْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرِ وَابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ وَابْنُ حِبَّانَ وَابْنُ مَرْدَوَيْهِ وَاَبُوْنُعَيْمٍ فِى الدَّلَائِلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ الْخُدْرِىِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:اَتَانِىْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ:اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ:تَدْرِىْ كَيْفَ رَفَعْتُ ذِكْرَكَ ؟قُلْتُ:اَللّٰهُ اَعْلَمُ قَالَ:اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِىَ﴾

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور ج ۸ ص ۵۴۹)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے تو انھوں نے کہا: آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رب دریافت فرماتا ہے کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے کیسے آپ کا ذکر بلند فرمایا؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ علم والا ہے۔ جبریل امین نے جواب دیا (کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو میرے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا ہے۔